اگر آپ اب تک ہمارے ناول کے مستقل خریدار نہیں ہیں تو پچہ کا منی آرڈر بھیجکر ابھی بن جائیے
سال بھر تک اتنی بڑی ایک جلد ماہوار بذریعہ رجسٹری حاضر خدمت ہوتی رہیگی

حصہ ...

خونی تا...

ترجمہ میسیکر آف گلنکو

مصنف:- جارج ڈبلیو۔ ایم۔ رینالڈس

مترجم:- تیرتھ رام فیروزپوری

پبلشر:- لال برادرس

۷ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

اگر آپ عہ سالانہ چندہ یکمشت ادا کردیں تو اتنی بڑی ایک
جلد ماہوار بذریعہ رجسٹری روانہ ہوتی رہے گی

سنہ ۱۹۲۳ء

اشاعت اول

قیمت ۱۲؍

اپنے دوستوں میں تحریک کیجئے کہ وہ بھی
اس سلسلہ کے خریدار بنیں

MM

29/8/22

بلپورٹی } ان گولیوں سے آتشک۔ سوزاک۔ [illegible] ۔ درد دل۔ ضعف جگر۔ کمی ہاضمہ۔ سانپ بچھو وغیرہ کا ڈنک۔ باولے کتے کا زہر۔ دردسر۔ لقوہ فالج مرگی۔ دمہ کھانسی وغیرہ دور ہوتی ہے۔ قیمت ۲۴ گولی ایک روپیہ (عہ)

دردشکن } ایک ہی پوڑیہ کے کھانے سے ہر قسم کا دردسر۔ درد کان۔ درد دانت وغیرہ دور ہوتے ہیں۔ بخار پسینہ آکر اتر جاتا ہے۔ قیمت عہ نمونہ چار آنے ۴

سنگ توڑ۔ گردہ مثانہ و پتہ کی پتھری و کنکر براہ پیشاب۔ خارج کرتی ہے۔ قیمت عا

برہمی ارشٹ } ضعف دماغ۔ نسیان۔ دردسر وغیرہ کو دور کرکے حافظہ کو بڑھانے کیواسطے اکسیر ہے۔ قیمت فی شیشی عا۔ نصف ایک روپیہ عہ

موٹا ہونیکی دوائی } باوجود خوراک کھانے کے بھی جو پتلے رہتے ہیں۔ وہ یہ دوائی منگوائیں قیمت للعہ نمونہ ایک روپیہ عہ

دوائی گنٹھیا۔ درد سوجن جوڑ۔ نقرس وغیرہ کو اکسیر ہے۔ قیمت ۶۰ گولی عہ نمونہ ۶

علاج موٹاپا } جو زیادہ موٹے ہیں وہ اس دوائی کو استعمال کرکے فائدہ اٹھائیں۔ قیمت فی شیشی للعہ خوراک ایک ماہ۔

ترک افیون } خواہ کس قدر بھی افیون کھاتے ہوں ان گولیوں کی مدد سے بلا کسی بے آرامی کے چھوڑ سکتے ہیں۔ قیمت ۶۰ گولی ڈیڑھ روپیہ (عہ)

پیڑ آئل } یہ تیل ہر قسم کی جسمانی دردوں پر ملنے کے واسطے ہے۔ قیمت عا نمونہ ۸

مینیجر امرت دھارا اوشدھالیہ امرت دھارا بھون امرت دھارا روڈ امرت دھارا پوسٹ آفس لاہور

خط وکتابت و تار کیواسطے اتنا بھی کافی ہے:۔ امرت دھارا لاہور

حصہ ۱۰

خونی تلوار

جارج ڈبلیو ایم رینالڈس کے ناول "سیکر آف گلنکو" کا ترجمہ

منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری

مترجم فسانہ لندن - وطن پرست - منزل مقصود وغیرہ

سنہ ۱۹۲۳ء

لال برادرس

۷ سپارنسنز روڈ نولکھا - لاہور

دیش سٹیم پریس لاہور میں باہتمام لالہ بوٹا رام لگینا پرنٹر چھپا

اشاعت اول

قیمت ۱۲ر

اردو کے قابل دید آرٹیکل ناول

حق بحقدار منشی عبدالغفور صاحب مرحوم کا ایک نہایت دلچسپ آرٹیکل ناول جو عرصہ سے نایاب تھا۔ اب بڑے اہتمام سے اس کو دوبارہ چھاپا گیا ہے۔ ہندوستان کی سوشل دلچسپ مناظر کے پہلو بہ پہلو اسرار و سراغرسانی کے حیرت خیز کارنامے پیش کئے گئے ہیں ناول ہے۔ قریباً ۱۰۰ صفحہ قیمت ۱۲ ہے

فعر دریا۔ یہ بھی اسی مصنف کا قابل دید ناول ہے۔ امرائے ہند کی زندگیوں کی پرلطف اندرونی کیفیت قابل دید ہے۔ مجرموں کی چالاکی اور طباع سراغرسان کی کامیابی۔ غرض ہر پہلو سے بہت دلچسپ ناول ہے۔ قیمت للعہ

خونی شہزادہ۔ مرزا رسوا بی۔ اے کا لکھا ہوا ایک نہایت دلچسپ ناول۔ سائنس کے کرشمے حسن و عشق کے مناظر اور رقابت کا عبرت خیز انجام خوب ہی دکھایا ہے ۲۲۴ صفحات قیمت عہ

بازار حسن منشی پریم چند کا بڑا دلکش ناول۔ جس میں ایک حسین اور ناز و نعم میں پلی ہوئی بدنصیب لڑکی کی سرگذشت دلکش پیرایہ میں درج ہے۔ قیمت ہے

بیگناہ مجرم۔ ایک سنسنی پیدا کرنے والا ڈیٹیک ناول مسٹر سدرشن کا لکھا ہوا بہت دلچسپ اور قابلدید ہے۔ قیمت عہ

کرشن کانتا دو حصے، ایک عجیب و غریب طلسمی ناول منشی موہن لال صاحب فہم لکھنوی کے قلم سے طلسم زنگار کے عبرتناک حالات۔ ساحروں کے مظالم۔ عیاروں کی حیرت انگیز شعبدہ بازیاں۔ ایک ہوشربا اور اشتیاق افزا قصہ ہے ۱۴۵ صفحے قیمت عہ

فریبی عورت۔ پارسی زندگی کا ایک پر اسرار اور دلفریب افسانہ کس طرح ایک عورت اپنے ادنیٰ اغراض کے حصول کے لئے ایک مالدار شخص کی لڑکی کو گم کرکے اپنی لڑکی کو اس کی بیٹی ظاہر کرتی ہے۔ مگر انجام کار جائز وارثہ کا اپنے حقوق کو پہنچنا۔ اور عاشق صادق سے ملنا ۱۶۸ صفحے قیمت عہ

زخم بے نشان۔ اردو کی چند نہایت دلچسپ کہانیوں کا مجموعہ قابلدید نو طبع کتاب ہے قیمت ۱۲ار

صندل اس میں بھی بعض دلکش کہانیاں فراہم کی گئی ہیں۔ اسے بھی دیکھئے۔ قیمت ۶ر

لال برادرس، پارسنز روڈ نولکھا لاہور

کہنے لگا۔ "بانو اس صورت میں لابد ہوں آپ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ مگر شرط یہ ہے کہ اگر ملکہ معظمہ نے آپ کے خط کا جواب نفی میں دیا تو آپ کو بلا تامل میرے ساتھ برج کو چلنا ہوگا۔"

"ہاں میں اس کا وعدہ کرتی ہوں۔" کونٹس نے کہا۔

"اور اس اثنا میں آپ اپنے کمرہ سے نکلکر کہیں نہ جائیں۔" کپتان نے کہا۔ پھر خط ہاتھ میں لیکر وہ اسے خود ملکہ کے حوالہ کرنے۔ اور بطور عذر وہ الفاظ جو کونٹس نے بیان کئے تھے۔ کہنے کے لئے محل کی طرف روانہ ہوا۔

قریباً نصف گھنٹہ کے عرصہ میں واپس آکر اس نے کونٹس کو اطلاع دی کہ "ملکہ معظمہ نے آپ کو اس ملاقات کی اجازت دی ہے جس کی خواہش درخواست کی گئی تھی۔"

"بہت اچھا۔" کونٹس نے اپنے بالائی ہونٹ کو نفرت سے خم دیتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین تھا کہ اسی طرح ہوگا۔"

"مگر حکم یہ ہے کہ آپ لبادہ پہن کر میرے ساتھ پیدل چلیں۔" افسر مذکور نے کہا۔ "اگر ہم کسی بغلی دروازہ کی راہ سے باہر جاسکیں تو اور بھی اچھا ہے۔"

"اسی طرح ہوگا۔" کونٹس نے جواب دیا۔ پھر اس نے اپنی ایک خادمہ کو بلاکر ایک لبادہ طلب کیا۔ اور اسے لپیٹ کر شاہی گارد کے کپتان کے ساتھ قصر وائٹ ہال کی طرف ہولی لیکن جب مکان سے باہر نکلتے ہوئے اس نے پیچھے مڑکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ دو سپاہی احتیاطاً پیچھے آرہے ہیں۔ کہ ایسا نہ ہو وہ فرار کی کوشش کرے۔

سینٹ جیمز سکوئر اور قصر وائٹ ہال کا درمیانی رستہ چند منٹ کے عرصہ میں طے کرلیا گیا۔ اور کونٹس کو ایک بغلی دروازہ کی راہ سے اندر لے جاکر اس زینہ پر چڑھنے کا اشارہ کیا گیا جس سے تھوڑی دیر پہلے اس کے شوہر کو سخت ذلت کی حالت میں باہر بھیجا گیا تھا۔ مگر زینہ کے اوپر جو کمرہ واقع تھا۔ اس میں کونٹس اکیلی ہی داخل ہوئی۔ کیونکہ اس کا محافظ باہر ٹھیر گیا تھا۔ وہاں اس وقت بادشاہ۔ ملکہ اور فادر پیٹر تینوں موجود تھے۔ لبادہ اُتار کر کونٹس نے بادشاہ اور ملکہ کو وقار سے سلام کیا۔ پھر اس انداز سے کھڑی ہوگئی کہ چہرہ سے عزم صمیم اور نگاہ سے استقلال کا اظہار ہوتا تھا۔ گو اس کے باوجود اسکی زنانہ نزاکت کے باعث صورت سے گستاخانہ رویہ ہرگز ظاہر نہ ہوتا تھا۔ کمرہ میں آتے ہی اس نے اپنی خوشنما سیاہ آنکھوں سے بادشاہ اور ملکہ کی طرف اس طرح دیکھا کہ بظاہر شاہانہ نخوت برقرار رکھتے ہوئے وہ باطن میں

سخت پریشان و مضطرب ہوئے اور فادر ہیٹیر بڑی کوشش کے باوجود فکر و تشویش کو نہ چھپا سکا۔

"لیڈی سنڈرلینڈ"۔ آخرکار بادشاہ نے کہا "تم نے ملکہ کے نام ایک خط لکھا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ مجھے اور میرے شوہر کو ایک خاص راز کا علم ہے جس کا اشارہ اس خط میں ہے کیا تم سمجھتی ہو۔ ہم ایسے بیانات کو قابل نفرت جھوٹ کہہ کر نظر انداز نہیں کر سکتے؟"

"جہاں پناہ یہ غیر ممکن ہے"۔ لیڈی سنڈرلینڈ نے سکون کے لہجہ میں جواب دیا "معاملہ ایسا نہیں کہ چھپا رہ سکے"۔

"اور بالفرض شاہی گارد کے جوان تمہیں بھی پکڑ کر برج میں لے جائیں اور وہاں تم اس وقت تک اپنے غدار شوہر کے پاس ایک تاریک کوٹھری میں بند رہو کہ عدو کی بھوک سے جان نکل جائے پھر؟"

"اس صورت میں جو کچھ آپ کے حکم سے ہوگا وہ ایک قابل نفرین شیطانی فعل سمجھا جائے گا"۔ کونٹس نے بدستور استقلال کے ساتھ جواب دیا۔ "مگر اس سے بھی افشائے راز کا امکان کم نہ ہوگا"۔

"گستاخ عورت۔ تو کیا بک رہی ہے!" ملکہ نے جھلا کر پوچھا۔

"کونٹس آف سنڈرلینڈ ملکہ سے یہ کہنا چاہتی ہے۔" اس خاتون نے ملامت آمیز لہجہ میں جواب دیا "کہ ایک سربمہر لفافہ اس وقت بھی اس کے شوہر کے ایک عزیز دوست کے پاس موجود ہے جس میں اس راز کا جس کی طرف میں نے اشارہ کیا۔ سارا حال درج ہے۔ اور اگر ارل اور کونٹس آف سنڈرلینڈ کو آج دوپہر تک ان کے مکان میں واپس نہ پہنچا دیا گیا۔ تو وہ دوست اس لفافہ کو چاک کر کے اس کا مضمون پوری بے رحمی سے سب پر ظاہر کر دے گا۔"

بادشاہ نے جوش کی حالت میں اس زور سے ہونٹ کاٹا کہ دانتوں کا نشان صاف طور سے نمودار ہو گیا۔ اور ملکہ اس ایک لمحہ کے عرصہ میں جو کونٹس کی تقریر کے بعد گذرا غصہ خوف، پیچ اور یاس کے مختلف مدارج سے گذری۔ اس اثنا میں فادر پیٹیر پاس کھڑا آہستہ لفظوں میں سکون قائم رکھنے کی درخواست کرتا رہا۔

"کونٹس آف سنڈرلینڈ اس خط کا مضمون پڑھو" آخرکار بادشاہ نے کہا اور اس نے ہنری سڈنی کا لکھا ہوا وہ خط جو خادم مائیکل۔ اینتھنی اور فادر پیٹیر کی وساطت سے آخرکار

بادشاہ تک پہنچا تھا پیش کیا۔ مگر اس طرح کہ وہ اسے دفعتاً چھین کر آگ میں نہیں پھینک سکتی تھی۔

کونٹس نے خط کا مضمون پڑھا تو چہرہ کا رنگ کئی بار سرخ و سپید ہوا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ ہنری سڈلی کی طرف سے ناجائز عشق و محبت کا جو حال اس میں درج تھا۔ اسے پڑھ کر وہ شرم وندامت محسوس کئے بغیر نہ رہی۔ علاوہ بریں اس خط سے یہ بھی ظاہر ہوتا تھا کہ خط وکتابت کا سلسلہ گو کونٹس اور ہنری سڈلی میں جاری ہے تاہم اس کا اصلی محرک خود ارل آف سنڈرلینڈ ہے۔ اور وہ اس شرمناک حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے۔

"جی ہاں میں نے پڑھ لیا۔" کونٹس نے آخرش کہا۔

"اس کے بعد میڈم تم اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہو سکتی ہو کہ تمہاری اور تمہارے شوہر کی عزت ہمارے اختیار میں ہے۔" بادشاہ نے کہا۔

"بالکل اسی طرح جیسے بادشاہ اور ملکہ کی عزت ہمارے ہاتھ میں ہے۔"

"اس صورت میں لیڈی سنڈرلینڈ" شاہ جیمز نے سخت ذلت محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "اگر میں تم سے بعض شرطیں طے کرنا چاہوں تو کیا تم اس کا یقین رکھتی ہو کہ تمہارا شوہر انہیں منظور کرے گا؟"

"ہاں اس کا میں آپ کو یقین دلاتی ہوں" کونٹس نے جواب دیا۔ "ارل کو آپ کی طرف آتے ہوئے کچھ شک ہوا تھا۔ اس لئے ہم نے پہلے ہی اس بارہ میں فیصلہ کر لیا تھا۔"

"بس تو آخری صورت یہ ہے کہ ارل عہدہ وزارت چھوڑ دے۔ یقیناً اسے اس سے انکار نہ ہوگا۔"

"نہیں" کونٹس نے کہا۔ "لیکن اس معاملہ کو طول کیوں دیا جائے۔ میرے خیال میں ساری شرطیں اختصار کے ساتھ اس طرح بیان کی جا سکتی ہیں کہ ارل مستعفی ہو جائے۔ اور آپ استعفیٰ منظور کر دیں۔ آپ کی طرف سے میری اور اس کی سلامتی کا وعدہ ہو۔ اور فریقین ان اسرار کی نسبت جو انہیں ایک دوسرے کے متعلق معلوم ہیں خاموش رہیں۔"

شاہ جیمز نے پہلے ملکہ۔ پھر فادر پیٹر کی طرف دیکھا۔ اور یہ معلوم کر کے کہ انہیں اس تجویز سے اختلاف نہیں۔ اس نے ان لفظوں میں آمادگی ظاہر کی۔ "پھر کیا تمہیں یہ شرطیں منظور ہیں؟"

"ہاں منظور ہیں۔" کونٹس نے جواب دیا۔ "مگر ٹھہرئیے ان کے ساتھ ایک شرط اور بھی

ہے۔ وہ یہ کہ ہنری سڈنی کا خط ہمیں واپس دے دیا جائے"۔

"نہیں میڈم" بادشاہ نے فوراً کہا "یہ اس وقت تک غیر ممکن ہے۔ جب تک تم اس خوفناک راز کو اپنے دل سے محو نہ کرسکو جس کے انکشاف کی ابھی تم نے دھمکی دی تھی۔ اس اثنا میں ہمارا راز تمہارے قبضہ میں رہے گا۔ اور تمہارا خط ہمارے ہاتھ میں جس سے ہم دونو مساوی حالات میں ہوں گے"۔

"بہت اچھا۔ اسی طرح ہو" کونٹس نے جو دل میں اپنی کامیابی پر خوش تھی۔ کہا۔ "لیکن ایک لفظ مجھے اور کہنے دیجئے۔ میرے شوہر کا استعفےٰ اختیاری ظاہر ہو"۔

"یہی میری خواہش ہے" شاہ جیمز نے جواب دیا۔ "اور اسے ایسے اخفا کے ساتھ برج میں بھیجا گیا تھا کہ میرے خیال میں کسی کو اس کی خبر تک نہ ہوئی ہوگی۔ بس۔ یا کچھ اور کہنا چاہتی ہو؟"

"نہیں بس۔ اور اب آپ ارل کی رہائی کا پروانہ لکھ دیجئے۔ اور یہ بھی حکم دیجئے کہ ہمارے مکان سے گارد کا پہرہ ہٹا لیا جائے"۔

بادشاہ نے فادر پیٹر کو اشارہ کیا جس نے گارد کے کپتان کو جو پاس کے کمرہ میں منتظر کھڑا تھا بلایا۔ اس اثنا میں بادشاہ نے ایک پرزہ کاغذ پر جلد جلد چند سطریں لکھ دیں۔

پھر وہ کپتان مذکور سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ "کونٹس آف سنڈرلینڈ نے مایدولت پر اپنی اور اپنے شوہر کی بے گناہی ثابت کر دی ہے۔ جس سے ہمیں اس کارروائی کا جو عمل میں لائی گئی۔ سخت افسوس ہوا ہے۔ تم اسی وقت جا کر ان کے مکان سے گارد کے جوان ہٹا لو اور اس کے بعد خود برج میں جا کر یہ رقعہ حاکم قلعہ کے ہاتھ میں دو۔ تاکید کرنا کہ ارل کو فوراً رہا کر دیا جائے"۔

کپتان نے ادب سے سلام کیا۔ اور رقعہ ہاتھ میں لئے دروازہ کی طرف واپس ہوا۔

"میڈم" شاہ جیمز نے آواز دبا کر کہا۔ "معاہدہ کا وہ حصہ جس کا تعلق مجھ سے تھا۔ پورا ہو گیا اب جس وقت ارل واپس آئے تو بلا توقف استعفےٰ کا خط مناسب الفاظ میں لکھوا کر میرے پاس بھیج دینا۔ دفتر کی مہریں بھی ساتھ ہوں۔ خود اس کی حاضری کی ضرورت نہیں"۔

"حضور اطمینان رکھیں اسی طرح ہوگا" کونٹس نے جواب دیا۔ پھر وہی لبادہ پہن کر جس میں وہ یہاں آئی تھی۔ اس نے بادشاہ اور ملکہ کو وقار سے سلام کیا۔ اور فادر پیٹر پر جس سے اس کو دلی نفرت تھی، فاتحانہ انداز سے نظر ڈالی۔ اس کے بعد وہ بھی کمرہ سے رخصت ہو گئی۔

شاہی گارد کے کپتان کے ساتھ وہ سنڈرلینڈ ہوس میں واپس ہوئی۔ تو اس کا دل اس کامیابی سے مسرور تھا جس کی بدولت اس نے اپنے آپ کو اور اپنے شوہر کو اس بلائے ناگہانی سے جو ایک لمحہ پیشتر نازل ہوا چاہتی تھی بچایا۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ سر بمہر لفافہ کے ایک دوست کے پاس موجود ہونے کا قصہ جو اس نے بادشاہ کے روبرو بیان کیا۔ سراسر فرضی اور بالکل اس قسم کا تھا جسے اس طباع عورت نے اپنی ذکاوت سے فوراً تیار کر لیا۔ اور اسے اس طریق پر بیان کیا کہ بادشاہ اسے سچ سمجھنے پر مجبور ہو گیا بے شک اسے اپنے شوہر کے زوال کا رنج تھا۔ مگر خود حراست اور موت سے بچنے اور ساری جائداد کو ضبطی سے محفوظ رکھنے کی کارروائی بجائے خود ایسی اطمینان بخش تھی۔ کہ اس کی وجہ سے یہ رنج خفیف بھی بہت عرصہ قائم نہ رہا۔

اس کے تھوڑی دیر بعد گارد کے آدمی ہٹا لئے گئے۔ اور ارل کو برج سے رہا کر دیا گیا اسی روز اس کا استعفٰے اور وزارت کی مہریں بادشاہ کے پاس بھجوا دی گئیں۔ لندن میں ہر شخص کو وزیر اعظم کے فوری زوال کی خبر سے حیرت ہوئی اور گو بعض حلقوں میں لوگ چھپ چھپ کر کہہ رہے تھے کہ وہ دو تین گھنٹے حراست میں بھی رہ آیا ہے۔ تاہم عوام کو اس واقعہ کا کچھ علم نہ تھا۔ اور جن شرطوں پر اس کا استعفٰے اور رہائی عمل میں آئی۔ ان کا حال تو کسی کو بھی معلوم نہ ہوا اسی روز لارڈ پرسٹن وزیر وزارت کو وزیر اعظم کا عہدہ پیش کیا گیا اور اس کے اگلے دن ارل اور کونٹس آف سنڈرلینڈ لندن سے دیہات کی طرف روانہ ہو گئے۔

باب - ۲۷

حراست

سر راڈرک اور لیڈی ایلین میکڈانلڈ کو قیدیوں کی حیثیت میں ہیگ پہنچے ہوئے قریباً ایک ماہ کا عرصہ ہو چکا تھا۔ اور اس اثنا میں انہیں شاہی نظر بندوں کی طرح حدود شہر میں محصور رکھا گیا جس روز راڈرک کی شہزادہ ولیم سے جس کی نسبت اب اسے معلوم ہو گیا کہ وہی کونٹ ڈی ہیلڈر کا بھیس بدل کر سکاٹ لینڈ گیا تھا۔ ملاقات ہوئی۔ تو اس نے شہزادہ مذکور سے اپنی رہائی کے لئے بہت کچھ کہا۔ مگر جیسا اینڈریو لیسلی نے بیان کیا تھا۔ شہزادہ اپنے فوائد کو ہر قسم

کے احساس و رجحان پر غالب رکھتا تھا۔ اور چونکہ وہ فطرتاً بے رحم۔ سخت گیر اور خود غرض تھا
اس لئے کسی کی نیکی بھول جانا یا احسانات کو فراموش کرنا اس کے لئے معمولی بات تھی۔ اور
اس قسم کے واقعات پر اسے ذرا بھی افسوس نہ ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ یوم مذکور کو وہ راڈرک
اور ایلین سے بڑی سرد مہری سے پیش آیا۔ اس کا سلوک محض عام اخلاق کا درجہ رکھتا تھا
جیسا اس کی عادت تھی۔ اس نے راڈرک سے مختصر لفظوں میں کہا۔ کہ اگر آپ ان قبائل کی
غیر جانب داری کے ضامن بنیں جن پر آپ کے والد والئے گلنکو کا رسوخ ہے۔ تو میں فوراً
آپ کی رہائی کا حکم صادر کر سکتا ہوں۔ بصورت انکار آپ کو اور آپ کی بیگم کو بطور یرغمال
یہیں رہنا ہوگا۔ راڈرک نے اس قسم کا وعدہ کرنے سے بزور انکار کیا۔ اور کہا کہ ہم دونوں کو
غیر معین عرصہ کی حراست اور جلا وطنی منظور ہے۔ لیکن اس قسم کے وعدے کرنا منظور نہیں
جن کا حقیقت میں ہمیں کچھ بھی اختیار نہیں۔ اور جنہیں باقی قبائل سے پورا کرانے کی ہمارے
پاس کوئی ضمانت بھی نہیں ہے۔ شہزادہ ولیم نے مختصر لفظوں میں راڈرک کا اس عنایت کے
لئے شکریہ ادا کیا۔ کہ اس نے تھارسٹین کے خلاف اس کی حمایت میں سینہ سپر ہونا منظور کیا
تھا۔ اور ایک اور موقعہ پر اپنے بھائی ایلین کے ہاتھوں اس کی جان بچائی تھی۔ مگر اس کے
ساتھ ہی کہا کہ اس قسم کے واقعات کی یاد میرے موجودہ طرز عمل پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔
سنگدل نے اتنا بھی تو نہیں کہا۔ کہ واقعات چاہے کچھ صورت اختیار کریں۔ اور قبیلہ گلن کان
اور میکڈانلڈ کا طریق عمل خواہ کچھ ہو۔ آپ کی جانوں کو خطرہ نہیں ہوگا۔ مجموعی طور پر شہزادہ کا
سلوک بے دلانہ سرد مہری کا تھا۔ قدرتی طور پر راڈرک کو اس بدسلوکی سے سخت رنج ہوا۔
اور اس مرد دنیا دار کی حکمت عملی پر اسے بے حد نفرت محسوس ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس
نے فرار کے خلاف کسی طرح کا وعدہ کرنے سے انکار کیا۔ اور اسی پر ملاقات ختم ہوگئی۔ ولیم نے
راڈرک کو سرد مہری سے سلام کیا۔ اور وہ ایلین سمیت واپس چلا آیا۔

راڈرک اور ایلین کو ہالینڈ میں رہتے ہوئے قریباً ایک مہینہ گذر گیا۔ اور اس عرصہ میں
جیسا کہ پیشتر بیان کیا گیا ہے۔ وہ شہر ہیگ کی حدود میں نظر بند رہے۔ شہر کے اندر ان پر
کوئی پابندی نہ تھی۔ اور سرکاری عمارات دیکھنے کی بھی اجازت تھی۔ مگر اس کا سختی سے
حکم دیا گیا تھا۔ کہ وہ حدود شہر سے باہر نہ جانے پائیں۔ اس طرح پر دونو اس خندق کی حد میں
جو شہر کے گرد حلقہ زن تھی۔ سر بسر قیدیوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ اور کم و بیش یہی حالت

ولیم فائنز اور فلورا کی تھی۔ یعنی ان کے متعلق بھی وہ تمام ضروری احتیاطیں عمل میں لائی گئی تھیں
جن کے بعد ان کا اپنے آقا اور بیگم کے فرار کی سازش میں مدد دینا غیر ممکن تھا۔ ان کی سکونت
اب تک اسی سرائے میں تھی۔ جہاں انہیں سب سے پہلے اتارا گیا تھا۔ اور شہزادہ کے خرچ پر انہیں
ہر قسم کی آسائش مہیا کی جاتی تھی۔ راڈرک نے اپنے والد لارڈ میکڈانلڈ کے نام خط لکھنے کی اجازت
چاہی۔ جو منظور کی گئی۔ اس بارہ میں شہزادہ ولیم اور راڈرک کے درمیان جس قدر گفت و
شنید ہوئی۔ وہ اینڈریو لیسلی کی معرفت ہوئی۔ اور وہی راڈرک کا خط روانہ کرنے کو لے گیا
کم وبیش ایک ماہ بعد وائیٹ گانکیہ اور لارڈ گلن فان کی طرف سے دو جداجدا خط موصول ہوئے
جن میں سے اول الذکر فادر ہیوبرٹ اور آخر الذکر ٹمیش کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ دونو کا لہجہ مشفقانہ
لیکن مضمون بغرض احتیاط نہایت مختصر تھا۔ دونو نے راڈرک کے استقلال کی تعریف کی تھی
کہ اس نے شہزادہ ولیم کی پیش کردہ شرطوں کو منظور نہیں کیا۔ اور آخر میں امید ظاہر کی گئی
تھی کہ خدا چاہے تو وہ وقت دور نہیں جب تم دونو ظالم پنجہ سے نجات حاصل کر سکوگے۔

اینڈریو لیسلی نے راڈرک اور لیڈی ایلین سے سچے دل سے ہمدردی کی۔ اسکی بیوی
مارگرٹ کا اکثر ان کے پاس سرائے میں جانا رہتا تھا۔ اور وہ بارہا ان کی مصیبت پر آنسو
بہاتی تھی۔ جن سے وہ اور اس کا شوہر دونو بے حد ممنون احسان تھے۔ ایک بار اس نے
راڈرک اور ایلین کے روبرو صاف لفظوں میں تسلیم کیا کہ اگر آپ کے فرار کی کوئی صورت پیدا ہو
سکے۔ تو میں اس میں ہر ممکن طریق پر مدد دینے کو آمادہ ہوں۔ مگر جب اس مضمون پر مزید
گفتگو ہوئی تو اسے افسردگی کے لہجہ میں ماننا پڑا کہ میرے شوہر سے اس کی بہت کم امید ہے
کہ وہ آپ کے فرار میں اعانت کرے۔ اصل یہ ہے کہ اینڈریو لیسلی کو چونکہ شہزادہ ولیم کے
پاس رہتے مدت گذر چکی تھی۔ اس لئے اپنے آقا کی طرح اس میں بھی یہ عادت جاگزین ہو
گئی تھی کہ اپنے فائدہ کو باقی ہر بات پر سبقت دینی چاہیئے۔

غرض معاملات کی یہ حالت تھی کہ ۲۰ اکتوبر ۱۶۸۸ء کی صبح کو اینڈریو لیسلی نے سرائے
میں حاضر ہو کر راڈرک اور لیڈی ایلین کو اطلاع دی کہ آپ روانگی کیلئے تیار رہیں کیونکہ کل صبح ولندیزی
بیڑہ انگلستان کو روانہ ہونے والا ہے۔ اور اس میں آپ کو بھی سوار کیا جائے گا۔ راڈرک یہ
اطلاع پاکر چپ رہا۔ کیونکہ بے نتیجہ جوش وخروش ظاہر کرنا یا بے کار شکایات سے آسمان سر پر
اٹھانا اسکی عادت میں داخل نہ تھا۔ اور چونکہ اینڈریو اس معاملہ میں محض اپنا فرض ادا کر رہا

تھا۔ اس لیئے اس کو برا بھلا کہنا بھی اس نے فضول جانا۔ اگرچہ اس موقعہ پر شہزادہ ولیم اس کے سامنے ہوتا تو راڈرک اپنے دلی خیالات کے اظہار سے یقیناً قاصر نہ رہتا۔

جب ایڈمنڈ رے یہ خبر دے کر رخصت ہو گیا تو راڈرک اور لیڈی ایلین حسب معمول سیر کرنے بازار میں گئے۔ چونکہ کئی طرح کے رنجدہ خیالات دل میں پیدا ہو رہے تھے۔ اس لیئے ان کی خواہش اس ذریعہ سے رفع اضطراب کی تھی۔ دونو ایک بازار سے گذر رہے تھے۔ کہ دفعتاً ایلین نے راڈرک کا ہاتھ زور سے پکڑا۔ اور جب اس نے نظر اُٹھا کر دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ فاضل ہمیش سامنے سے آ رہے ہے! اس وقت اس نے ولندیزی طرز کا سادہ لباس پہنا ہوا تھا جس سے راڈرک اور ایلین کو خیال پیدا ہوا کہ یہ تبدیلی اس نے اہل شہر کی نظروں میں خاص اہمیت حاصل نہ کرنے کے خیال سے کی ہے۔ جب ہمیش ان کے پاس پہنچا تو اس نے ان کی طرف پرمعنی نظر سے دیکھ کر سر کو ایک خاص انداز سے حرکت دی جس سے اس کا مدعا یہ کہنا تھا۔ کہ آپ ایسا ظاہر کریں۔ گویا مجھے پہچانتے ہی نہیں۔ گفتگو کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ چنانچہ دونو ایک دوسرے کے پاس ہو کر گذر گئے۔

"جان سے پیاری ایلین"۔ راڈرک نے آگے چلکر آہستہ سے کہا۔ "اب ہمارے لئے کچھ نہ کچھ امید ضرور پیدا ہو گئی ہے"۔ اور اس کے بعد دونوں نے ایک دوسرے کی طرف راحت و بیم کی نظر سے دیکھا۔

اس واقعہ کے بعد انہوں نے سیر کو طول نہیں دیا۔ بلکہ اس خیال سے جلدی سرائے میں واپس آ گئے۔ کہ شاید ہمیش کو کوئی پیغام پہنچانا ہو مگر کئی گھنٹے گذر گئے اور اس عرصہ میں نہ اسکی طرف سے کوئی پیغام آیا نہ وہ خود ہی ان سے ملا۔ حیران تھے۔ کہ کیا اسے معاملہ کی اہمیت کا علم نہیں؟ اور کیا اس نے یہ خبر نہیں سُنی کہ ہمیں کل صبح ولندیزی بیڑہ پر یہاں سے رخصت ہونا ہے؟ پھر انہیں اس بات پر بھی تعجب ہوا کہ مارگرٹ لیسلی حسب معمول ملنے کیوں نہیں آئی؟ مگر پھر خیال آیا کہ شاید دونو آپس میں کچھ مشورہ کر رہے ہوں گے۔ کیونکہ مارگرٹ کی باطنی فیاضی سے وہ پوری طرح خبردار تھے۔

رات کی تاریکی چاروں طرف پھیلنے لگی۔ لیکن مارگرٹ پھر بھی نہ آئی۔ اور نہ فاضل ہمیش کی ہی خبر موصول ہوئی۔ اس سے راڈرک اور ایلین کو باوجود ان کے استقلال و استقامت کے اضطراب پیدا ہوا اور غروب آفتاب کے تھوڑی دیر بعد نہر میں کھڑے ہوئے حفاظتی جہاز

سے ایک توپ چلائی جاتی تھی۔ اس کی گھنگھرج آواز شہر میں چاروں طرف پھیل کر مٹ گئی۔ اس کے بعد بھی بہت سا وقت گذر گیا۔ مگر اب تک کوئی نہ آیا۔ آخرش ۹ بجے کے قریب راڈرک کے کمرہ کا دروازہ کھلا۔ اور مارگرٹ نمودار ہوئی۔

دبی آواز میں مگر ایسی جلدی اور جوش کے ساتھ جس سے راڈرک اور ایلین کے دل میں اس شک نے یقین کا درجہ حاصل کر لیا کہ وہ ہمیشہ کے ساتھ ملکہ حضور ہمارے فرار کے لئے کوئی اہتمام کرتی رہی ہے۔ اس نے کہا "میں صرف تھوڑی دیر کے لئے حاضر ہوئی ہوں۔"

"کہو مارگرٹ۔ جو کچھ کہنا ہو۔ اس میں تامل نہ کرو۔" ایلین نے کہا۔ "ہم اچھی طرح محسوس کرتے ہیں کہ تم کوئی خاص اطلاع لیکر آئی ہو۔"

"معزز خاتون۔ مہربانی سے ایسی بلند آواز میں گفتگو نہ کیجیے۔ آپ کو معلوم ہے۔ ایک دوست آپ کی مدد کے لئے آیا ہوا ہے۔ آپ نے آج صبح اسے دیکھا تھا۔ وہ کل ہی یہاں وارد ہوا ہے۔ اور اب اسکی کوشش سے آپکے فرار کے متعلق ہر قسم کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔"

"اوہ! مارگرٹ تم کیسی مبارک خبر لائی ہو" اور یہ کہتے ہوئے ایلین کے سر میں خوشی اور جوش کی وجہ سے چکر سا آگیا۔

"بانو آپ نے جو احسان عظیم ایک بار مجھ پر کیا تھا۔ اس کا کچھ حصہ میں عنقریب ادا کیا چاہتی ہوں"۔ مارگرٹ نے کہا۔

"مگر تمہارا شوہر؟ کیا اس کا بھی اس انتظام میں کچھ حصہ ہے؟" راڈرک نے جلدی سے پوچھا۔

"نہیں" مارگرٹ نے افسردگی سے جواب دیا "میں اس معاملہ میں اس پر دباؤ نہیں ڈال سکی۔ فی الحقیقت جو کچھ میں اس وقت کر رہی ہوں۔ اس میں خود میرے لئے ایک طرح کا خطرہ ہے کیونکہ گو میرا شوہر عام حالات میں مجھ سے بہت اچھی طرح پیش آتا ہے۔ لیکن اگر اسے معلوم ہو گیا کہ میں کیا کرنے لگی ہوں۔ تو معلوم نہیں وہ مجھ سے کس قسم کا سلوک کریگا۔"

"مارگرٹ۔ ہم نہیں چاہتے۔ کہ تم ہماری وجہ سے کسی خطرہ میں پڑو۔" ایلین نے کہا "ہم ایسے خود غرض نہیں ہیں۔۔۔"

"نہیں بانو۔ میں اس بارہ میں مصمم ارادہ کر چکی ہوں۔" مارگرٹ نے جواب دیا۔ خواہ کیسے بھی خطرہ کا سامنا ہو میں اس کا مقابلہ کروں گی۔ خوش قسمتی سے اینڈریو شہزادہ کی روانگی کی تیاریوں میں مصروف ہے۔ اس لئے آج رات وقت معینہ پر گھر میں میری عدم موجودگی کا حال

اس کو معلوم نہ ہوگا۔ مگر اب مہربانی سے آپ دونو میرے الفاظ کو توجہ سے سنیں۔ اور میری بات کو منقطع کرنے کی کوشش نہ کریں۔ کیونکہ وقت کم ہے۔ اور سے طویل گفتگو میں ضائع کرنا ٹھیک نہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ فاضل ہمیش اس ملک کی زبان بے تکلف بول سکتا ہے اور اس نے اسی قسم کا لباس پہنا ہوا ہے۔ جیسا شہزادہ کے درباری عموماً پہنا کرتے ہیں۔ تجویز یہ ہے کہ رات کو دس بجے کے قریب وہ اس سرائے میں آکر اس کے مالک سے یہ کہے کہ میں شہزادہ کے حکم سے چاروں قیدیوں یعنی آپ دونو اور آپکے خدام فاکز اور فلورا کو لینے آیا ہوں۔ شہزادہ نے انہیں محل میں طلب کیا ہے۔ سرائے دار اسے درباری اہلکار سمجھ کر بلا تامل اسکی اجازت دے دیگا۔ آپ دونو معہ نوکروں کے ہمیش کے ساتھ یہاں سے چلدیں۔ اس کے بعد جو کچھ کرنا ہے کر لیا جائے گا۔"

"لیکن مارگرٹ۔ کیا شہزادہ کی طرف سے ایک جاسوس ہر وقت ہماری نقل و حرکت کی نگرانی نہیں کرتا؟" راڈرک نے دریافت کیا۔ "میرا خیال ہے کہ کرتا ہے۔ کیونکہ بارہا سیر کرتے ہوئے میں نے محسوس کیا ہے کہ ایک شخص ذرا پیچھے مگر ہمارے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔"

"ہم نے اس کا بھی انتظام کر لیا ہے۔" مارگرٹ نے کہا۔ "اسے معقول رشوت دے دی گئی ہے اور وہ اس معاملہ میں ہم سے ملا ہوا ہے۔ اس خیال سے کہ شہزادہ کا عتاب اس پر نازل نہ ہو یہ انتظام کیا گیا ہے کہ وہ آپ ہی کے ساتھ یہاں سے رخصت ہو جائے۔"

"مگر خندق کے پل پر جو پہرہ دار رہتا ہے۔ اس کی نسبت کیا ہوگا؟ یقیناً وہ ہمیں اس حالت میں گذرنے نہیں دے گا۔" راڈرک نے اعتراض کیا۔

"ہم نے اسے بھی رشوت دے کر ساتھ ملا لیا ہے۔" مارگرٹ نے جواب دیا۔ "بس اب میں رخصت ہوتی ہوں کہ ایسا نہ ہو اینڈریو میری عدم موجودگی میں مکان پر واپس آئے۔ علاوہ بریں یہ فرض بھی میرے ہی ذمہ ہے۔ کہ وقت معینہ پر جہاز کی تیاری کا انتظام کروں۔"

راڈرک اور ایلین نے جلد جلد مارگرٹ کا شکریہ ادا کیا۔ اگرچہ الفاظ تو دل سے نکلے ہوئے تھے۔ اس کے بعد وہ انہیں فاضل ہمیش کی آمد کے لئے تیار رہنے کی تاکید کر کے رخصت ہوئی۔

باب سترہ

واپسی

اس ناول کے ہیرو اور اس کی بیگم کو جب اس کا اطمینان ہو گیا کہ عنقریب ہماری حراست کا خاتمہ ہو گا۔ اور ہم اپنے وطن کو روانہ ہو سکیں گے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ ہمارے فرار کی تیاریاں ہر پہلو سے مکمل معلوم ہو چکی ہیں۔ اور ساری مشکلات کو پہلے سے رفع کر دیا گیا ہے۔ تو ان کی خوشی کا کچھ ٹھکانہ تھا۔ مگر ہمارے لئے اس خوشی کی تفصیلات میں داخل ہونا بے سود ہے۔ اس لئے کہ ناظرین بجائے خود اس کا اچھی طرح اندازہ کر سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ولیم فاکز اور فلورا کو بہت جلد اس معاملہ کی اطلاع دے دی گئی۔ اور انہیں بھی وقت پر تیار رہنے کا حکم دیا گیا۔ یہ خبر پاکر انہیں جو اطمینان ہوا وہ ان کے آقا اور بیگم کی خوشی سے کسی طرح کم نہ تھا۔

رات کے دس بج چکے تھے کہ اس کمرہ کا دروازہ جس میں راڈرک اور ایلن بیٹھے ہوئے تھے۔ کھلا۔ اور سرائے والے نے داخل ہو کر شکستہ انگریزی میں عرض کیا کہ شہزادہ والا تبار کی طرف سے ایک آدمی آپ سے ملنے کو حاضر ہوا ہے۔ وہ دونوں اس واقعہ کے لئے پہلے ہی تیار تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہمیش کی آمد پر انہوں نے کسی طرح کی خوشی یا حیرت ظاہر نہ کی۔ بلکہ ایسے اس انداز سے سلام کیا جس طرح وہ شہزادہ کے کسی اہلکار کو کرتے۔

دوسری طرف ہمیش نے بھی احتیاط کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ بلکہ تکلفانہ انداز سے کہا۔ "مسٹر راڈرک اور لیڈی ایلن میں حضور والا کی طرف سے یہ حکم لایا ہوں کہ آپ اور لیڈی ایلن معہ خدام اسی وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کو اس طرح بے وقت تکلیف دی گئی۔ مگر حالات کا تقاضا یہی تھا۔ کیونکہ صبح آپ کو اس ملک سے بیڑہ کے ساتھ روانہ ہونا ہے"۔

"ہم شہزادہ کا حکم ماننے پر مجبور ہیں" راڈرک نے سرسری طور پر کہا۔ اور اس کے بعد وہ سرائے دار سے متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ "صاحب آپ میرے نوکر اور خادمہ کو بلا دیجئے" یا

سرائے کا مالک اس کام کی انجام دہی کے لئے روانہ ہوا تو دروازہ بند ہوتے ہی راڈرک اور ایلن نے فاضل ہمیش کے ہاتھوں کو بڑی گرمجوشی سے دبایا۔ مگر یہ وقت دوستانہ مسرت

کے اظہار کا نہیں تھا۔ کیونکہ تھوڑی دیر میں سرائے وارد لیم اور فلورا کو ساتھ لے کر آ گیا۔ اور چاروں فاضل ہمیش کے ساتھ سرائے سے نکلے۔

تھوڑی دیر میں وہ بحفاظت باندریں پہنچ گئے۔ اور اس حد تک ان کی چال کا پہلا حصہ کامیاب ہوا۔ اس کے چند منٹ بعد ایک اور شخص جس نے ولندیزی طرز کا لباس پہنا ہوا تھا ہمیش سے آملا۔ یہ ان شخصوں میں سے ایک تھا جو اب تک راڈرک اور ایلین کی نقل وحرکت کی نگرانی کیا کرتے تھے۔ ایک لفظ بھی منہ سے کہے بغیر وہ ان کے ساتھ چلنے لگا۔

پاؤ گھنٹہ اسی طرح چلتے رہنے کے بعد یہ لوگ خندق کے پل پر پہنچے۔ جہاں انہیں ایک لمحہ کے لئے رکنا پڑا۔ فاضل ہمیش نے روپوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی اس شخص کے ہاتھ میں دی جو پہرہ دے رہا تھا۔ اور اس نے چپ چاپ اسے وصول کر لیا۔ چونکہ اس قابل یاد رات کو شہر ہیگ میں اس مہم کی وجہ سے جو صبح انگلستان کو روانہ ہوئی تھی۔ سپاہیوں کی آمد و رفت کے لئے خندق کے پلوں میں سے کسی کو اٹھایا نہ گیا تھا۔ اس لئے انہیں خندق کو عبور کرنے میں دقت نہ ہوئی۔ مارگرٹ کے انتظامات کو اس حد تک کامیاب ہوتے دیکھ کر راڈرک۔ ایلین فاکز اور فلورا کو دلی خوشی ہوئی اگرچہ اس میں خوف کا عنصر بھی شامل تھا۔ اس لئے کہ یہ لوگ جب تک ہالینڈ کی سرزمین سے دور نہ پہنچ جائیں۔ اپنے آپ کو پوری طرح محفوظ نہ سمجھ سکتے تھے۔

دس منٹ اور چل کر یہ جماعت جس میں ہمیش۔ ولندیزی جاسوس اور چاروں شاہی قیدی شامل تھے۔ اس بڑی نہر کے کنارہ پہنچ گئی۔ جو سمندر میں جا ملتی ہے۔ اور اس جگہ مارگرٹ بھی ایک چادر اوڑھے گھونگٹ نکالے اُن سے آملی۔ صاف اور نکھری ہوئی رات تھی۔ اور چاند اور ستاروں کی روشنی میں نہر کے اندر کھڑے ہوئے جہاز صاف نظر آ رہے تھے۔ اس مقام سے تھوڑے فاصلہ پر جہاں مارگرٹ ان سے ملی۔ گھاٹ پر شور و غل کی آوازیں سنائی دیتی تھیں جس سے معلوم ہوتا تھا کہ چند جہاز نہر سے چل کر ساتوں رات ہلوٹ سلوس میں جہاں سے بحری بیڑا روانہ ہونا تھا پہنچنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ دیگر جہازوں کے گھاٹ کے ملاحوں نے اپنے فرض کے انہماک میں ان کی طرف نہیں دیکھا اور مارگرٹ آگے چلتی ہوئی نہر کے ساتھ ساتھ انہیں قریباً پاؤ میل کے فاصلہ پر لے گئی۔ اس جگہ ایک کشتی تیار کھڑی تھی۔ جس میں چار ملاح سوار تھے۔

"محترم خاتون - اور آپ بھی سر راڈرک اب آپ ہر طرح محفوظ ہیں"۔ اس جگہ پہنچ کر مارگرٹ نے جذبات کے اثر میں ڈوبی ہوئی زبان میں کہا "خدا آپ کو رہتی دنیا تک شادمان رکھے"۔

"مارگرٹ" ایلین نے اس سے بغلگیر ہو کر کہا "ہم اس درجہ تمہارے ممنون احسان ہیں . . ."

"بانو - آپ نے جو احسانات مجھ پر کئے ہیں، میں ان سے آدھی خدمت بھی نہیں کر سکی"۔ مارگرٹ نے کہا "ایک درخواست میں اور آپ سے کرتی ہوں اور وہ یہ ہے کہ میرا یہ خط سمرائے کنگس ہوس میں میرے محترم رشتہ داروں کو پہنچا دیجئے - اور ان سے کہئے کہ میں ہر طرح خوش ہوں البتہ اپنے وطن آرگل شائر کی پہاڑیاں دیکھنے کو بہت جی چاہتا ہے . . ."

یہ الفاظ کہتے ہوئے اس کی آواز میں لکنت پیدا ہو گئی - اور وہ اس سے زیادہ نہ کہہ سکی ایلین نے خط اس کے ہاتھ سے لے لیا اور وعدہ کیا کہ اسے بحفاظت پہنچا دیا جائے گا - اس کے بعد رخصت ہونے والوں اور مارگرٹ نے ایک دوسرے کو الوداعی کلمات کہے - راڈرک - ایلین - ولیم - فلورا ہمیش اور ولندیزی سپاہی یہ سب کشتی میں سوار ہوئے اور وہ فوراً ہی منجدھار کی طرف چل دی مارگرٹ نے رومال ہلا کر انہیں آخری بار الوداعی اشارہ کیا - اور اس کے بعد شہر کو واپس ہوئی -

چابکدست ملاحوں کے کھینے سے جنہیں راڈرک نے فوراً پہچان لیا - کہ بھیس بدلے ہوئے باشندگان سکاٹ لینڈ ہیں کشتی تیز چلتی سمندر کی طرف ہولی - آخر نہر کے دہانہ پر وہ اس جہاز کے پہلو میں جا رکی جس سے اس کا تعلق تھا - اور جسے ہمیش خاص طور پر اسی مطلب کے لئے لیتھ سے کرایہ پر لایا تھا - معاً یہ جماعت بحفاظت جہاز پر سوار ہو گئی - کشتی کو بھی اوپر کھینچ لیا گیا - اور چونکہ ہوا موافق تھی - اس لئے تھوڑی ہی دیر میں ہالینڈ کا ساحل بہت پیچھے رہ گیا -

سکاٹ لینڈ تک جہاز کے سفر کے حالات بیان کرنا فعل عبث ہے - اس لئے ہم انہیں نظرانداز کرتے ہیں - خصوصاً اس لئے کہ اب ہمیں جدید یورپ کی تاریخ کے اہم ترین واقعہ کا حال لکھنا ہے اس لئے مختصر طور پر بیان کیا جاتا ہے - کہ اس سے دوسرے دن ۲۱ اکتوبر ۱۶۸۸ء کی دوپہر کو ولیم والئے ہالینڈ کا عظیم الشان بحری بیڑہ ہلوٹ سلوس میں جمع ہو کر کھلے سمندر کی طرف روانہ ہوا - مگر پہلی رات ہی ایک خوفناک طوفان پیش آیا - جس سے نہ صرف کئی جہازوں کو نقصان عظیم پہنچا بلکہ باقیوں کو بھی واپس ہٹ آنا پڑا - اس طرح قریباً ۱۰ روز کا توقف پیدا ہو گیا - لیکن اس نقصان کی بہت جلد تلافی کی گئی - اور آخر کار یکم نومبر کو یہ بیڑہ پھر ایک بار انگلستان کی طرف

شہزادہ ولیم کی اس مہم کی عظمت کا کچھ اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ بیڑہ میں کل ۶۰۰ جہاز شامل تھے جن میں سے ۵۰ جنگی اور باقی بار برداری کے لئے تھے۔ جہاز برل جس پر خود شہزادہ سوار تھا۔ ان سب کے آگے تھا۔ اس کے بعد فوج اور بار برداری کے جہاز تھے۔ اور سب سے آخر جنگی جہاز جن کی کمان امیر البحر ہربرٹ اور لارڈ ڈمبلین کے سپرد تھی۔ یہ بیڑہ جو مینی میں پہنچکر پہلے تو ساحل یارک شائر کی سمت میں روانہ ہوا۔ جس سے ملک میں افواہ پھیل گئی کہ شہزادہ کا ارادہ سب سے پہلے یارک شائر پر حملہ کرنے اور وہیں اپنی فوجیں اتارنے کا ہے مگر حقیقت میں یہ شہزادہ ولیم کی چال تھی جسے اس نے اس لئے اختیار کیا تھا کہ لوگ اس کے اصلی ارادہ سے غافل ہو جائیں۔ لارڈ ڈمبلین اپنے تیز رو جنگی جہاز انونسیبل کو لیکر عین ساحل انگلستان کے قریب پہنچ گیا۔ اور وہاں اس نے انگریزی میں چھپے ہوئے بے شمار اشتہارات تقسیم کئے جن کے نیچے شہزادہ کے دستخط تھے۔ یہ اشتہار ہاتھوں ہاتھ ہر حصۂ ملک میں پھیل گئے ان میں شہزادہ کے ارادوں کو نہایت بلند پیرایہ میں بیان کیا گیا تھا۔ اگرچہ یہ سب باتیں اس کے حقیقی منشا سے سراسر بعید تھیں۔ لکھا تھا کہ شہزادہ کی خواہش فقط یہ ہے کہ ایک آزاد پارلیمنٹ کا تقرر عمل میں لایا جائے۔ جو لوگوں کی حریت کی محافظ ہو۔ انہیں ضمیر کی آزادی عطا کرے اور اس بات کی تحقیقات اپنے ذمہ لے کہ کیا حقیقی شہزادہ ویلز اب تک زندہ ہے۔ اور اگر نہیں تو کیا اس کی جگہ کسی فرضی بچہ کو دی گئی ہے۔ صاف ظاہر تھا کہ ارل اور کونٹس آف سنڈرلینڈ نے اس معاہدہ کے خلاف جو انہوں نے شاہ جیمز سے کیا تھا۔ اس بارہ میں سارے حالات ہنری سڈنی سے بیان کردیئے تھے۔ اور اس کی وساطت سے ان کا علم شہزادہ ولیم کو بھی ہوگیا یہی وجہ تھی کہ شہزادہ کے اشتہار میں اس معاملہ کا ذکر درج ہوا۔ ضمناً اس اشتہار میں یہ بھی لکھا تھا کہ شہزادہ کا ارادہ انگلستان کے موجودہ خاندان شاہی میں کسی مداخلت کا نہیں ہے اس کی آمد کا مدعا فقط یہ ہے کہ لوگوں کی شکایات رفع کی جائیں۔ اور ان مشیران بد کو جو بادشاہ کو اپنے نرغہ میں لئے ہوئے ہیں ہٹا دیا جائے۔

ادہر تو یہ اشتہار تعداد کثیر میں تقسیم ہو رہا تھا۔ دوسری طرف شہزادہ ولیم کا بیڑہ یارک شائر کے ساحل پر ٹھیرنے کی بجائے بحیو جرمن پر چلتا ہوا آبنائے کی طرف ہو لیا۔ جو ترتیب اوپر درج کی گئی ہے۔ اسی میں یہ خوفناک بیڑہ آگے کی طرف بڑھتا رہا۔ تیز ہوا کی مدد سے چھ سو جہاز اس شان سے کہ بادبان پھولے ہوئے اور ہر ایک کے مستول پر ہالینڈ اور انگلستان کے پھریرے لہرا

رہے تھے۔ انگلستان سے قریب تر ہوتے گئے۔ ہارج کے پاس جہاں انگریزی بیڑہ لارڈ ڈارٹ متھ کی کمان میں ٹھیرا ہوا تھا۔ دشمن کے جہازوں نے ایسے طریق پر ترتیب بدلی کہ ۵۰ جنگی جہاز باغیوں کے سامنے ایک قطار باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ گویا ایک بحری فصیل پیدا ہو گئی جس میں ہر طرف توپ خانہ نظر آتا تھا۔ اور شہزادہ ولیم کا شاندار جہاز برل ان سب کے آگے تھا۔

۴ر نومبر یوم شنبہ کو صبح کے ۸ بجے یہ بیڑہ ساحل ایسکس پر نظر آیا۔ مطلع ابر آلود اور سمندر پہ کہر چھایا ہوا تھا۔ اس لیے صرف اگلے جہاز نظر آتے تھے۔ لارڈ ڈارٹ متھ کے ماتحتوں میں کئی افسر خفیہ طور پر شہزادہ ولیم سے ملے ہوئے تھے۔ اور ان کی طرف سے اصرار ہو رہا تھا کہ دشمن کا بیڑہ دریائے ٹیمز میں داخل ہوا چاہتا ہے۔ جہاں ہم اسے باسانی حراست میں لے سکیں گے علاوہ بریں پروا ہوا اس زور سے چل رہی تھی۔ کہ ڈارٹ متھ کے بیڑہ کے لئے ہارج سے نکلنا مشکل تھا۔ اس طرح کچھ تو اپنے مشیروں کی غلط بیانیوں کچھ قدرتی نامہربانیوں کی وجہ سے برطانیہ کا امیر البحر اپنے جہازوں کو لئے بندرگاہ میں ہی پڑا رہا۔

باب ۔۴۷

ہالینڈ کا بحری بیڑہ

اس اثنا میں شہزادہ ولیم کے جہاز شان و شوکت سے چلتے آبنائے ڈوور میں داخل ہوئے۔ ۱۰ بجے کے قریب بادل منتشر ہو گئے۔ اور سورج اس غیر معمولی آب و تاب سے نمودار ہوا جو ماہ نومبر میں بمشکل دیکھی جاتی ہے۔ اسکی تیز روشنی میں ایسا ہیبت ناک نظارہ دکھائی دیا۔ جس کی نظیر دنیا کے تھیٹر میں شاذ و نادر دیکھنے میں آتی ہے۔ ساحل کنٹ و فرانس کے درمیان ۲۰ میل کے اندر دشمن کا شاندار بیڑہ اس طرح پھیلا ہوا تھا کہ دونو ملکوں کے ساحل سے اس کا فاصلہ بمشکل ایک فرسنگ ہوگا جس کے معنی صاف لفظوں میں یہ ہیں کہ پندرہ میل کی دوری میں ہر طرف جہاز ہی جہاز نظر آتے تھے۔ ۱۴ ہزار مسلح فوج باربرداری کے جہازوں پر تیار کھڑی تھی۔ اور سورج کی تیز روشنی میں اس کے ہتھیار آب و تاب سے چمک رہے تھے۔ دونو طرف خشکی پہ ہزارہا تماشائی میلوں تک پھیلے ہوئے تھے۔ کنٹ اور پکارڈی میں بیڑہ کی آمد کی خبر جنگل کی آگ کی تیزی رفتار سے پھیل گئی۔ کاروبار بند ہو گئے۔ اور کیا انگریز کیا فرانسیسی سب

اپنے گھروں سے نکلکر اس پر عظمت و شوکت نظارہ کو دیکھنے کے لئے کنارہ پر جمع ہو گئے۔
دفعتاً شہزادہ کے جہاز برل کے دونو پہلوؤں سے دھوئیں کا بادل اٹھا۔ اور دو توپوں کے چلنے کی گرجتی ہوئی آواز نیلگوں سبز پانی کی سطح پر بہتی ہوئی کنارہ کے تماشائیوں تک پہنچی یہ اشارہ پاتے ہی بیڑہ کے ہر ایک جہاز پر فوجی باجہ بجنا شروع ہوا۔ جلاجل اور تاشوں اور شہنائیوں اور نرسنگھوں نے آن واحد میں شور قیامت برپا کر دیا جن میں چھوٹے جہازوں کے بگل کی آوازنے اور اضافہ کیا۔ اس اثنا میں سورج بدستور آب و تاب سے چمکتا اور جھنڈے پوری شان و شوکت سے مستولوں پر لہرا رہے تھے۔ تیز ہوا سے پھولے ہوئے بادبان ان لاانتہا بحری بگلوں کے پروں کی طرح چمکتے تھے۔ جن کی پرواز نے اس نظارہ کو اور بھی دلفریب بنا دیا تھا۔
ڈوور کے پاس پہنچکر جہاز برل سے پھر ایک بار سفید دھوئیں کا بادل اٹھا۔ اور اس کے اندر بارود کی آگ بجلی کی طرح چمکی۔ جس کے بعد توپ چلنے کی آواز بادل کی خوفناک گرج کی طرح سنائی دی۔ ۲۱ بار اسی طرح ہوا۔ یہ گویا قلعہ ڈوور کی سلامی تھی۔ جو توپوں کے ذریعہ اتاری گئی۔ ہر بار اس جہاز سے توپ چلنے کے بعد باقی ۵۰ جنگی جہاز ایک ساتھ توپیں چلاتے تھے جن کی گھنگرج آوازیں شور موسیقی میں آمیز ہو کر نظارہ کی ہیبت کو دوبالا کرتی تھیں۔ ولندیزی جہازوں نے ڈوور اور کیلے کے قلعوں کی سلامی ایک ساتھ دی اور اس عرصہ میں یہ عظیم الشان بیڑہ دھوئیں کے بادل میں نظروں سے پوشیدہ رہا۔ مگر آخرکار جب ہوا نے بخارات کو منتشر کیا۔ تو خوفناک بیڑہ اسی شان عظمت کے ساتھ کھڑا نظر آیا۔ بادبان بدستور پھولے ہوئے اور جھنڈے لہرا رہے تھے۔ مجموعی طور پر اس نظارہ کا اثر قلب انسانی پر بہت رعب ڈالنے والا تھا۔
یکایک ساحل انگلستان سے ایک زوردار نعرہ تحسین بلند ہوا۔ اور ہزارہا آوازوں نے مشترک ہو کر ہالینڈ کے شہزادہ کا جو اپنے جہاز پر بڑے سکون و استقلال کے ساتھ کھڑا تھا خیر مقدم کیا۔ کئی بار یہ آواز شور قیامت کی طرح ساحل سے اٹھکر سطح بحر پر ہوتی ہوئی فضا میں پھیلی اور اسی رات لندن میں رعشہ براندام شاہ جیمس کو ایک قاصد کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ کس طرح رعایا کے لاکھوں آدمی شہزادہ آرینج کا دلی خیر مقدم کر رہے ہیں۔
توپوں کی سلامی کے بعد بیڑہ نے اور آگے کی طرف نقل و حرکت شروع کی۔ اور چند

گھنٹوں کے عرصہ میں ساحل انگلستان ڈونجنس کے پاس اور ساحل فرانس پر بولون سے پرے تک پھیل گیا۔ خشکی پر تماشائیوں کا ہجوم اب تک بدستور تھا۔ اب تک لوگ اس پرعظمت نظارہ کو ہیبت و اشتیاق کی نظر سے دیکھ رہے تھے۔ جہاز برل سب سے آگے تھا۔ اور باقی جہازوں کا ضبط و انتظام ہر لحاظ سے مکمل و قابل تعریف نظر آتا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ ان چھ سو جہازوں میں سے ہر ایک تجربہ کار اور ماہر شناور موجود ہے۔ چلتے چلتے بحری بیڑہ ہیسٹنگز کے پاس پہنچا۔ اور اس مقام اور بیچی ہیڈ کے درمیان سسکس کی ساری آبادی اس نظارہ کو دیکھنے کے لئے جمع ہوئی۔ خلقت کے پرشور نعرے رہ رہ کر بلند ہوتے اور ہوا کو چیر کر آسمان تک پہنچتے تھے۔ اور اگر اس شہزادہ کے پرسکون دل پر۔ جسے اس وقت دنیا کے تاجداروں میں سب سے زیادہ قابل فخر حیثیت حاصل تھی۔ کوئی چیز اثر کر سکتی تھی۔ تو وہ دشمن کی رعایا کی وہ خیر مقدمی آواز تھی۔ جو اسے صحن جہاز پر کھڑے ہوئے رہ رہ کر سنائی دیتی تھی۔ کچھ شک نہیں۔ کہ ساری دنیا کی نظریں اس کی ذات پر لگی ہوئی تھیں۔ ایک عظیم الشان قوم کی قسمت اس کے ہاتھ میں تھی۔ ایک خاندان شاہی کی تقدیر کا فیصلہ اس کے حکم کا منتظر تھا۔

شام کو جب سورج نارنجی۔ ارغوانی اور بنفشی رنگوں کی چادر میں لپٹا ہوا قبر مغرب میں اترا تو شہزادہ ولیم کے چھ سو جہازوں کا بیڑہ بیچی ہیڈ سے پرے رودبار انگلستان میں چل رہا تھا۔ اس موقعہ پر غروب آفتاب کی علامت میں جہاز برل سے ایک اور توپ چلنے کی آواز سنائی دی جب کے بعد باقی ۵۰ جنگی جہازوں میں سے ہر ایک نے توپوں کا فائر کیا۔ ساحل انگلستان پر بیچی ہیڈ سے لیکر برائٹن تک سسکس کے لوگ بدستور جمع تھے۔ ہزاروں الاؤ جلائے گئے۔ تاریکی میں جلتی ہوئی مشعلیں شہاب ثاقب کی طرح متحرک نظر آتی تھیں۔ اور خوش آمدید کے نعرے جہازوں کے سپاہیوں تک پہنچ رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں شفق کی زرد اور قرمزی رنگت رات کی سیاہی میں بدل گئی۔ اور چاروں طرف تاریکی نے تسلط کر لیا۔ دن غیر معمولی طور پر روشن اور تابناک رہا تھا۔ مگر اب جو سیاہی نمودار ہوئی تو وہ موسم سرما کے عین مطابق تھی۔ ہر طرف انتہا درجہ کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ چاند اور ستارے غائب تھے اور آسمان آبنوس کی رنگت اختیار کر چکا تھا۔ مگر ان لوگوں کو جو بیڑہ کے جہازوں پر سوار تھے۔ اس وقت عناصر کی کیا پروا تھی دیکھتے دیکھتے جہاز برل پر کئی لالٹینیں روشن ہوئیں۔ جس کے بعد بیڑہ کے باقی جہازوں نے اس کی تقلید کی۔ آن واحد میں صدہا بتیاں روشن ہوگئیں جن کی وجہ سے سمندر کا پانی

میلوں تک چمکتا نظر آتا تھا۔ اس روشنی میں وہ لوگ جو ساحل بحر پر چل رہے تھے۔ شاندار جہازوں
کی نقل وحرکت کو اچھی طرح دیکھ سکتے تھے۔ اور اس نئے پہلو سے واقعی یہ نظارہ ایک عجیب شوکت
پیش کرتا تھا۔ رات بھر بیڑہ کے جہاز اسی طرح چلا کئے۔ آگے آگے شہزادہ کا اپنا جہاز برل تھا۔
جس کے پچھلے حصہ میں تین بہت بڑی لالٹینیں جل رہی تھیں۔ جو بیڑہ کے باقی جہازوں کو
رستہ دکھانے کا ذریعہ تھیں۔

آخر جب رات ختم ہوئی تو ۴۔ نومبر یوم یکشنبہ کی صبح کو یہ شاندار بیڑہ جزیرہ (وائٹ کے
قریب پہنچ چکا تھا۔ جب سورج نے فرانس کی پہاڑیوں کے پیچھے سے سر نکالا تو جہاز برل نے
پھر ایک توپ چلائی۔ اس کے بعد جب دن کی روشنی چاروں طرف پھیل گئی۔ تو معلوم ہوا کہ جزیرہ
نیگور کے کناروں پر بے شمار خلقت جمع ہے۔ دن کی روشنی اور حرارت گویا خود آسمان کی طرف
سے شہزادہ ولیم کے لئے فال سعید تھی۔ ۱۱ بجے تک بیڑہ اسی شاندار ترتیب اور ضبط انتظام کے
ساتھ آگے کی طرف چلتا گیا۔ مگر اب جہاز برل کے سب سے اونچے مستول سے کچھ اشارہ ہوا۔
بادبان ڈھیلے کر دیئے گئے۔ اور ان کا کچھ حصہ لپیٹ لیا گیا جس کی تقلید باقی ۶۰۰ جہازوں
نے بھی کی۔ یہ دعا کا وقت تھا۔ اور بیڑہ کے سب جہازوں میں پراٹسٹنٹ طریق پر اس مہم کی
کامیابی کے لئے دعا مانگی گئی۔ قریباً ڈیڑھ گھنٹہ کے عرصہ میں جب عبادت ختم ہوئی۔ تو پھر ایک
بار بادبان پھیلا دیئے گئے۔ جہاز برل سے تین توپیں ایک ساتھ چلائی گئیں۔ جو اس بات کی
علامت تھی کہ بیڑہ کو دوبارہ انگلستان کے گہرے سبز پانی پر اور آگے چلنا ہے۔ اس موقعہ پر
ان لوگوں نے جو سینٹ آلبنز ہیڈ پر جمع تھے جہازوں کی نقل وحرکت کا پرجوش نعروں سے
خیر مقدم کیا۔

جزیرہ پورٹ لینڈ کے پاس سے گذر کر جہاز آگے کی طرف چلے۔ آخر سورج غروب
ہوا اور شب گذشتہ کی سیاہی پھر ایک بار سطح بحر پر محیط ہوگئی۔ ہر ایک جہاز کے پچھلے
حصہ میں لالٹینیں جلا دی گئیں۔ سمندر کے پانی نے نورانی چادر کی صورت اختیار کر لی اور
روشنی کا عکس سمندر کی لہروں میں نظر آنے لگا۔ لیکن بیڑہ خشکی سے اتنی دور تھا کہ ڈیون اور
ڈورسٹ علاقہ کے باشندے ساحل پر کھڑے ہوکر اسے نہ دیکھ سکتے تھے۔ آدھی رات کے
قریب باد تند چلنے لگی جس نے ایک بجے کے قریب اور تیزی اختیار کی۔ لیکن شہزادہ ولیم کا
بیڑہ کسی حادثہ کے بغیر بدستور آگے کی طرف چلتا رہا۔ ہر جہاز کے ناخدا کی آنکھیں جہاز برل

کے ان تین لمپوں کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ جو چراغ راہ کا کام دیتے تھے۔

موجوں کے زور سے جہاز ڈگمگا رہے تھے۔ بہتوں کے صحن پانی سے تر ہو گئے۔ ہوا کے زور سے مستولوں کے رستے کھڑکھڑاتے تھے مگر اس عظیم الشان بیڑہ میں ایک شخص بھی ایسا کم حوصلہ یا بزدل نہ تھا۔ جو ان مشکلات سے ہراساں ہو جاتا۔ سارے ناخدا تجربہ کار اور ہر ایک جہاز کا کماندار ذی حوصلہ تھا۔ رات بھر شہزادہ ولیم اپنے جہاز کے صحن پر حاضر رہا۔ اور اگرچہ لمپوں کی روشنی میں اس کا چہرہ زرد نظر آتا تھا۔ تاہم نہ آنکھوں سے اضطراب ظاہر ہوتا تھا اور نہ لبوں کی حرکت سے۔ صبح کے قریب طوفان نے شدت اختیار کی۔ تاہم مختلف جہازوں پر جلتے ہوئے چراغوں سے ان کی مقامیت کا اندازہ ہو سکتا تھا اور اس سے صاف ظاہر تھا کہ ان کی ترتیب یا انتظام میں خلل نہیں آیا۔ بلکہ وہ ہمت و استقلال کے ساتھ ہر قسم کی مشکلات پر غالب آتے ہوئے آگے بڑھے جاتے ہیں۔

آخر جب دن نکلا اور سب جہازوں کے لمپ گل کر دیئے گئے۔ تو ہوا کی شدت بھی کم ہوئی اور سمندر نے پرسکون حالت اختیار کی۔ جب آفتاب عالمتاب سطح بحر کے اس مقام سے نکلتا دکھائی دیا جسے یہ جہاز بہت پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ تو شہزادہ ولیم کے جہاز نے حسب معمول صبح کی توپ چلائی۔ اور جب یہ رسم باقی جہازوں کی طرف سے بھی ادا ہو چکی تو ان میں علامات باہمی کا تبادلہ ہوا۔ جب سب سے پیچھے چلنے والے جہاز سے لیکر سردل کے جہازوں تک مستول پر سے اشارے ہو چکے تو اس اطلاع نے ملاحوں کے دلوں میں پھر جوش تازہ کر دیا۔ کہ شب گذشتہ کے طوفان سے کسی جہاز کو نقصان نہیں پہنچا۔ اور اگر کسی کو تھوڑا بہت پہنچا بھی تو وہ ایسا تھا کہ باآسانی مرمت کی جا سکتی تھی۔ اس اطلاع کی خوشی میں بیڑہ کے ہر حصہ میں فوجی باجہ بڑے زور سے بجنا شروع ہوا۔

لیکن اب معلوم ہوا کہ رات کے وقت جہاز برل نے رستہ سمجھنے میں غلطی کی اور اپنی تین بڑی لالٹینوں کی مدد سے باقی بیڑہ کو ٹوربے کی جانب لے جانے کی بجائے بیرال پوائنٹ سے گذر کر ڈوورمنتا ڑ کے جنوبی ساحل کی طرف ہو لیا۔ اس وقت اتر کی ہوا چل رہی تھی جس کے زور سے بیڑہ کے ساحل انگلستان سے پرے ہٹ جانے کا اندیشہ تھا۔ حملہ آوروں کی حالت اس وقت حقیقت میں نہایت تشویشناک تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قسمت نے دم آخر میں ان کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ اگر ہوا اسی رخ چلتی رہتی تو خشکی پر اترنا غیر ممکن تھا۔ بلکہ عجب نہیں

ہوا کے زور سے بیڑہ انگلستان سے بہت دور کھلے سمندر میں پہنچ جائے۔ ایسی حالت میں اگر ارل
آف ڈارٹ متھ اپنے جہازوں کو لیکر اس کا تعاقب کرتا تو اس کا کامیاب ہونا سہل تھا۔ ہر وقت
شہزادہ ولیم نے محسوس کیا کہ اسکی حالت کیسی تشویشناک ہے۔ کیونکہ انگریزی بیڑہ کے افسر اور
ملاح ہر چند بڑی حد تک اس کے حامی تھے۔ تاہم صاف ظاہر تھا کہ اگر ایک بار انہوں نے معلوم
کیا کہ اس کی کامیابی مشکوک ہے تو وہ ذاتی سلامتی کے خیال سے اس کی حمایت چھوڑکر لارڈ
ڈارٹ متھ کے زیر کمان اس سے برسر جنگ ہونے پر مجبور ہوں گے۔ ایک شکست ولیم کی امیدوں
کو شکست و ریخت کرنے کے لیے کافی تھی۔ اب عظیم الشان بیڑہ اگر ایک بار منتشر ہو گیا تو
پھر اسے جمع کرنا مشکل ہوگا۔ اور پھر اگر رودبار کے ناکے بند کر دیئے گئے۔ تو اس کے لئے اس
کے سوا کیا چارہ کار ہوگا۔ کہ فرانس کی بندرگاہوں میں پناہ حاصل کرے۔ چونکہ شاہ فرانس اس
کا مسلمہ دشمن اور شاہ جیمز کا جگری دوست تھا۔ اس لئے یہ کارروائی دہن شیر میں گھسنے کے
برابر تھی۔ اور [illegible]یک بار ولیم ساحل فرانس پر پہنچ گیا۔ تو اس کی عمر کا باقی حصہ قید خانہ میں بسر
ہونا یقینی تھا۔

عرض یہ خطرات اور اندیشے تھے جو شہزادہ ولیم کو اپنی ذات اور بیڑہ کے جہازوں کی نسبت
لگے ہوئے تھے۔ مگر ان کے باوجود اس نے ہمت نہیں ہاری۔ نہ اپنے ارادوں کو متزلزل ہونے
دیا۔ اور اس کی مثال سے بہادر کونٹ آف شومبرگ جو اس کے جہاز برل پر سوار تھا۔ مشہور انگریز
امیر البحر ہربرٹ جو اس کے جنگی جہازوں کا کمانڈر تھا۔ اور لارڈ ڈمبلین کے حوصلے بھی مضبوط
و استوار رہے۔ فی الحقیقت اس عالی شان بیڑہ میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جس کا دل ان
مشکلات کی وجہ سے ہراساں ہوا ہو۔

اتنے میں بعض تجربہ کار ملاحوں نے فلکی علامات سے اندازہ کیا کہ ہوا کا رخ عنقریب بدلا
چاہتا ہے۔ اور واقعی تھوڑی دیر میں وہ شمال سے جنوب کی طرف چلنے کی بجائے مشرق سے مغرب
کی طرف چلنے لگی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہاز بڑی آسانی سے اصلی راہ پر آگئے۔ اس کے تھوڑی دیر
بعد ہوا کا رخ پھر بدلا۔ جس سے جہازوں کا نظام ترتیب از سر نو قائم ہوگیا۔ جہاز برل بدستور
بادبان پھیلائے آگے ہو لیا۔ اور تین توپوں کی زوردار آواز نے باقی جہازوں کو خبردار کیا کہ
انہیں اس کے پیچھے چلے آنا چاہیئے۔ تھوڑی دیر میں پرال پوائنٹ مغرب کی طرف رہ گیا۔ اور
اس سمت سے جو جہاز انتہائی پہلو پر تھے خلیج سٹارٹ میں چلنے لگے۔ اتنے میں جہاز برل سے

پھر اشارہ ہوا۔ جس سے پاس کے جہازوں نے رفتار مدھم کردی اور وہ جو دائیں جانب چل رہے تھے۔ اور آگے کو بڑھ آئے۔ اب تمام بیڑہ خمیدہ صورت میں ٹوربے کی طرف جا سکتا تھا۔ ڈارٹ مہتھ کا قصبہ بائیں طرف نظر آیا۔ تو معلوم ہوا کہ اس کے ساحل پر بے شمار تماشائی جمع ہیں دیکھتے دیکھتے ایک چھوٹا سا جہاز چند راسخ الاعتقاد پراٹسٹنٹوں کو لئے ہوئے جو سب سے اول شہزادہ ولیم کا خیر مقدم کرنا چاہتے تھے۔ برل کی طرف روانہ ہوا۔

اور اب سننا! برل کا توپ خانہ پھر گھنگھرج آواز پیدا کرتا اور ولندیزی بیڑہ بادبان پھیلائے استقلال کے ساتھ ٹوربے کی طرف چل رہا ہے۔ وہ وقت دور نہیں جب قسمت کا پانسہ پھینکا جائیگا اور شہزادہ ولیم ساحل انگلستان پر ہوگا۔ اس ملک کے ساحل پر جس کا تاج زیب سر کرنے کی اسے مدت سے آرزو تھی۔ فوجی باجہ پھر ایک بار جوش و خروش سے بجنا شروع ہوا۔ اور جلاجل۔ نرسنگھوں۔ نفیریوں۔ گھنٹوں اور تاشوں کی آواز نے شور قیامت پیدا کر دیا۔ اس روز آفتاب بھی پوری آب و تاب سے نکلا۔ سماں ایسا تھا۔ کہ نومبر میں کبھی نہیں ہوا۔ عظیم الشان جہازوں کے باجہ کی گت کے ساتھ بحر ناپیدا کنار کی موجوں پر خراماں چلنے سے ایک عجیب دلکش منظر پیدا ہو رہا تھا۔ ہر ایک جہاز پر جھنڈیاں اور نشان لہراتے تھے۔ سلح بند فوجیں صحن پر ایستادہ تھیں۔ جنگی جہازوں پر بحری سپاہ نے بندوقیں شانوں پر رکھی ہوئی تھیں۔ اور خشکی سے دور تک لوگوں کے پُرخروش نعرہ ہائے استقبال سنائی دے رہے تھے۔

ٹوربے کے پانی میں داخل ہو کر برل نے منزل مقصود تک پہنچنے کی خوشی میں ۲۱ توپوں کی سلامی دی۔ جس کی تقلید باقی تمام جنگی جہازوں نے جو بار برداری کے جہازوں کے گرد جمع تھے۔ کی۔ اس سے ایک عجیب پر رعب نظارہ پیدا ہوا۔ آخر دوشنبہ ۵۔ نومبر ۱۶۸۸ء کی دوپہر کو سارا بیڑہ ٹوربے میں لنگر انداز ہوگیا۔ اور اس وقت جب کہ توپوں کے چلنے۔ فوجی باجہ کے جوش و خروش سے بجنے اور ساحل پر حضار کے بلند نعروں سے آسمان گونج رہا تھا۔ فوجوں کے خشکی پر اترنے کا عمل شروع ہوا۔

باب ۵

قلعہ ایڈنبرگ کا محاصرہ

ولندیزی فوج کے خشکی پر اترنے کے بعد جو واقعات پیش آئے۔ ان پر ایک سرسری نظر ڈالنا

کافی ہوگا۔ پورے حالات تاریخ میں قلمبند ہیں۔ اور ہر شخص ان کا بالتفصیل مطالعہ کر سکتا ہے
ملک شاہ جیمز کے مظالم سے عاجز ہوکر شہزادہ ولیم کی آمد کو ندائے حریت سمجھ رہا تھا۔ قوم کے سربرآوردہ
رہنما اس سے اظہار وفاداری کر چکے تھے۔ پراٹسٹنٹ امرا نے اکثر بڑے شہروں پر قبضہ کرکے
ان میں شہزادہ کی حکومت کا اعلان کر دیا اور رفتہ رفتہ بےچینی کی لہر فوج میں بھی پھیل گئی
تھی۔ شاہ جیمز نے جب دشمن کے حملہ کی خبر سنی۔ تو فوج کی کمان ہاتھ میں لیکر مقابلہ کی غرض
سے سالسبری پہنچا۔ مگر فوج اور رعایا دونو کی طرف سے نہ صرف برگشتگی بلکہ نفرت وحقارت کا
اظہار ایسے نمایاں طریق پر ہوا کہ جیمز ایسا کند ذہن حکمران بھی اسے نظر انداز نہ کر سکا۔ پس وہ ایک
بار بھی مقابلہ کئے بغیر پیچھے ہٹ گیا اور لنڈن میں چند دوستوں کو شاہی جھنڈے تلے جمع کرنے
کی ایک آخری اور بےسود کوشش کے بعد بادشاہ اور ملکہ دونو مملکت سے فرار ہو گئے۔
بخلاف ازیں شہزادہ آرینج کا ستارہ اوج پر تھا۔ وہ جدھر جاتا فتح ونصرت کی دیبی اس
کے گھوڑے کی باگ چومتی تھی۔ دیکھتے دیکھتے اس نے سارے انگلستان پر قبضہ کر لیا۔ حملہ
کی خبر سنتے ہی ایڈنبرگ کے پریسبیٹیرین لوگ جو باطن میں اس کے حامی دوفادار تھے شاہ جیمز کے
افسروں سے باغی ہو گئے۔ انہوں نے قصر ہالی روڈ کا رومی گرجا لوٹ لیا اور ڈیوک آف گارڈن
کو جو قلعہ پر قابض تھا۔ اسے خالی کرنے پر مجبور کیا۔ مگر آخرالذکر نے ارل آف بالکراس۔ ارل آف
ڈنبرٹن و ایکونٹ ڈنڈی اور باقی امرا کی مدد سے باغیوں کا یہ مطالبہ پورا کرنے سے انکار کیا
آخرالذکر اس قابل نہ تھے کہ کھلم کھلا قلعہ پر دھاوا کرتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شہر ایڈنبرگ دو مختلف
فریقوں کے ہاتھ میں رہا۔ ایک طرف پریسبیٹیرین جماعت شہر پر قابض تھی۔ دوسری جانب جیکبائٹ
قلعہ پر۔ مگر دونو ایک دوسرے سے برسرِ جنگ ہونے سے بچتے تھے۔ گویا فریقین کی رضامندی
سے خانہ جنگی کا سلسلہ بند رہا۔ دونو جماعتیں واقعات کی رفتار دیکھتی رہیں۔ ہر ایک کو اس
کا انتظار تھا۔ کہ حالات آخر کار اس کے موافق ثابت ہوں گے۔

ناظرین کو یاد ہے کہ ایلن میکڈانلڈ نے ڈیوک آف گارڈن کی رجمنٹ میں کپتان کا عہدہ
منظور کر لیا تھا۔ شاہ جیمز کے حامیوں میں وہ سب سے زیادہ ڈیوک آف گارڈن کو دمِ آخر تک
مزاحمت جاری رکھنے پر اکساتا رہا۔

انہی ایام میں سر راڈرک میکڈانلڈ۔ حسین ایلن۔ خدام اور فاضل ہمیش کے ساتھ کوہستان
سکاٹ لینڈ میں وارد ہوا۔ ولندیزی جاسوس گم جوان کے ساتھ ہالینڈ سے چلا آیا تھا۔ انہوں نے

لبنہ ہی میں چھوڑ دیا۔ مگر اس سے جدا ہونے سے پہلے انہوں نے اسے اس روپیہ سے کافی انعام واکرام دیا جو لارڈ گلنکو اور گلن فان نے ہمیش کو بوقت روانگی دیا تھا۔ سرائے کنگس ہوس میں پہنچکر راڈرک اور ایلین نے مارگرٹ کی چھٹی بڈھے ماریسن اور اس کی بیوی کے حوالہ کردی اور اس کے ساتھ ہی زبانی یقین دلایا۔ کہ تمہاری بیٹی ہالینڈ میں اتنی ہی خوش ہے۔ جیسا کسی شخص کے لیئے اپنے وطن سے دور رہ کر ہونا ممکن ہے۔

دو ماہ کی غیر حاضری کے بعد جب یہ چاروں وادی گلنکو میں وارد ہوئے تو ان کے دل خوشی سے اچھل رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ دو ماہ کا عرصہ طویل نہیں۔ پھر بھی جو عجیب وغریب واقعات انہیں اس دوران میں پیش آئے۔ نیز جن خطرات سے انہیں گذرنا پڑا۔ ان کے اعتبار سے یہ مدت غیر معمولی محسوس ہوتی تھی۔ سر راڈرک اور لیڈی ایلین کی واپسی کی خبر آنًا فانًا وادی کے ہر حصہ میں پھیل گئی۔ اور ساری آبادی ان کے پرجوش استقبال کے لئے جمع ہو گئی۔ ہمیش کی روانگی کے وقت لارڈ گلن فان قلعہ میکڈانلڈ ہی میں مقیم تھا۔ اب وہ بھی والئے گلنکو سمیت گھوڑے پر سوار بیٹے اور داماد سے ملنے کو روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ لیڈی میکڈانلڈ بھی ساتھ ہولی۔ قدرتی طور پر اس ملاقات کا نظارہ نہایت موثر تھا جس کے بعد راڈرک۔ ایلین اور ہمیش کو ایک فاتحانہ جلوس کی صورت میں گلنکو کے جنگجو مردوں اور سیاہ چشم عورتوں کے نعرہ ہائے مسرت کے درمیان قلعہ میکڈانلڈ میں پہنچایا گیا۔ اس رات پہاڑ کی بلندیوں اور وادی کی ڈھلوانوں پر جا بجا الاؤ روشن کیئے گئے۔ یہاں تک کہ ان دشوار گذار مقامات پر بھی جن کی نسبت عام حالات میں معلوم ہوتا تھا کہ صرف بلند پرواز عقاب ہی وہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔ چیڑ کی روغنی لکڑیوں کے تیز شعلے بلند ہوئے۔

اس کے بعد کئی روز تک وادی گلنکو میں جشن مسرت قائم رہا۔ اور لارڈ میکڈانلڈ نے اپنے عزیز بیٹے کے بخیر وعافیت واپس آنے پر خوب ہی دل کھول کر خیرات کی۔ راڈرک نے وہ تمام عجیب وغریب واقعات جو اسے اور ایلین کو گذشتہ دو ماہ کے عرصہ میں پیش آئے تھے رستہ میں ہی ہمیش سے بیان کر چکے تھے۔ اب اس نے انہیں پوری تفصیل کے ساتھ اپنے والدین اور لارڈ گلن فان کے روبرو بیان کیا۔ جیسا کہ ناظرین سمجھ سکتے ہیں والئے گلنکو اور لارڈ گلن فان کو یہ معلوم کر کے سخت رنج ہوا کہ ارل آف سنڈرلینڈ نے راڈرک کو اس لئے ورغلانے کی کوشش کی۔ کہ اس کا اثر کوہی علاقہ کے حکمرانوں کی حکمت عملی پر ظاہر ہو۔ مگر اس سے

بھی زیادہ رنج ۔ غصہ حیرت اور نفرت یہ معلوم کر کے ہوئی ۔ کہ بادشاہ اور ملکہ نے ایک مصنوعی
ولی عہد پیش کر کے قوم کو دھوکا دینے کی کوشش کی ۔ راڈرک نے ان امور کا ذکر اس لئے اپنے خطوں
میں نہیں کیا تھا ۔ کہ ایسا نہ ہو اس کے خطوط رستہ میں کسی کے ہاتھ پڑ جائیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ
ہر دو والیان ریاست اور لیڈی میکڈانلڈ ان معاملات سے قطعاً بے خبر رہے ۔ اور اب اول
مرتبہ راڈرک کی زبانی ان کا علم ہوا ۔ لیکن اگر ان کے غصہ کے لئے زیادہ شدت کی صورت اختیار
کرنا ممکن تھا تو وہ یہ معلوم کر کے ہوا کہ لارڈ ڈمبلین نے کس مکر و فریب سے راڈرک اور ایلین کو اپنی
حراست میں لیا ۔ اور اس کے بعد انہیں بطور یرغمال شہزادہ ولیم کے نظر بندوں کی حیثیت میں
ہالینڈ پہنچا دیا ۔ ان سب باتوں کا مجمل ذکر راڈرک نے ان خطوں میں کر دیا تھا ۔ جو اس نے اینڈریو
لیسلی کی وساطت سے سکاٹ لینڈ روانہ کئے تھے ۔ لیکن ان میں وہ پوری تفصیل درج کرنے
کی جرأت نہیں کر سکا تھا ۔ حالانکہ اب اس نے سارا حال من و عن بیان کیا ۔ کیونکہ راڈرک کو اس
بات کا سخت ہی رنج تھا کہ ولندیزی شہزادہ نے میرے احسانات کا بدلہ ایسی ناشکر گذاری
اور احسان فراموشی کی صورت میں دیا ۔

راڈرک کی زبانی سارے حالات سن کر فیصلہ کیا گیا کہ ایک مشورتی مجلس منعقد ہو ۔
جس میں اس سوال پر بحث کی جائے کہ واقعات آئندہ میں گلنکو اور گلن فان قبائل کا طرز
عمل کیا ہونا چاہیے ۔ اس میں کچھ بھی شبہ نہ تھا ۔ کہ سکاٹ لینڈ میں عنقریب خانہ جنگی شروع
ہو گی ۔ مگر گلنکو اور گلن فان کے والیان ریاست اتنے راسخ الاعتقاد تھے کہ ان کے لئے
بآسانی پرسبٹیرین بن کر شہزادہ ولیم کے حامی بن جانا غیر ممکن تھا ۔ پھر اگر وہ غیر جانبدار رہتے
تو اس کے معنے بھی یہی ہو سکتے تھے کہ وہ اس کے حامی ہیں ۔ کیونکہ اس صورت میں وہ شہزادہ کی
مزاحمت و مخالفت سے باز رہنے پر مجبور رہتے جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہوتا کہ
وہ اسے پیش قدمی کر کے کامیاب ہونے میں مدد دے رہے ہیں ۔ علاوہ بریں ان کی غیر جانبداری
کے معنی یہ بھی سمجھے جاتے کہ وہ معاملات کے انتظام جدید کو پسند کرتے ہیں ۔ ایک اور قابل غور پہلو
یہ بھی تھا ۔ کہ اگر ولیم کو فتح حاصل ہو گئی ۔ تو پھر قبائل بریڈل بین و کیمبل جو قبائل گلنکو و گلن فان
کے موروثی دشمن تھے ۔ اور جنہیں حال کی شکست و ذلت کا سبق اب تک یاد تھا ۔ اس قابل ہو
جائیں گے ۔ کہ اپنے مخالفوں سے خوب بدلہ لیں ۔ غرض کسی بھی پہلو سے دیکھا جائے ۔ میکڈانلڈ
اور گلن فان قبائل نیز باقی کیتھولک جماعتوں کی سلامتی اسی میں تھی ۔ کہ غیر جانبداری کو خیرباد

کہہ کر متفق اور متحد ہو جائیں۔

ان تمام وجوہ و اسباب کو مدنظر رکھنے سے جنہیں بالخصوص لارڈ میکڈانلڈ نے پیش کیا تھا ظاہر ہو گیا کہ سکاٹ لینڈ میں جو جدوجہد عنقریب ہونے والی ہے۔ اس میں حصہ لیتے ہوئے قابل غور امر یہ نہ ہونا چاہیئے کہ خاندان سٹوارٹ کی حمایت کی جائے۔ یا آرینج کی۔ بلکہ دیکھا یہ جائے کہ باشندگان سکاٹ لینڈ کی دو عظیم جماعتوں یعنی کیتھولک اور پرسبیٹیرین میں سے کس کی حمایت لازم ہے۔ پھر اگرچہ ان حالات کو سن کر جو راڈرک نے شاہ جیمز کے چلن کی نسبت بیان کئے تھے لارڈ میکڈانلڈ اور لارڈ گلن فان کے دل میں اسکی بہت زیادہ عزت نہ رہی تھی۔ تاہم انہوں نے محسوس کیا کہ خانہ جنگی کے دوران میں ہمارے لئے لازم ہو گا۔ کہ مقابلہ کو خاندانی عناد کے درجہ سے نکالنے کے لئے کسی خاص نعرے یا جھنڈے کو امتیازی نشان بنایا جائے۔ اور ان کا رجحان قدرتی طور پر شاہ جیمز کی طرف ہوتا تھا۔ لیں ضرورت سے مجبور ہو کر دونوں نے فیصلہ کیا کہ فرضی ولی عہد کے واقعہ کو پردہ راز ہی میں رکھا جائے۔ کیونکہ اگر یہ واقعہ ظاہر ہو گیا تو خاندان سٹوارٹ کی تباہی یقینی ہے۔ جس صورت میں وہ ترغیب جو مختلف قبائل کے متحد و متفق ہونے کے لئے موجود ہے باقی نہ رہے گی۔

خیر یہ نتائج تھے جو اس مشورتی مجلس سے حاصل ہوئے۔ اور لیڈی میکڈانلڈ نے پورے زور سے ان کی تائید کی۔ راڈرک کو یہ جان کر سخت رنج ہوا کہ مجھے شاہ جیمز ایسے ریاکار اور فریبی حکمران کی حمایت میں شمشیر بکف ہونا پڑے گا۔ مگر والدین کے فیصلہ کے آگے اسے بھی سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ اور گو اس نے بار بار اس پر زور دیا کہ ہمیں اس معاملہ میں دلیری سے کام لے کر کامل غیر جانبداری کا اعلان کر دینا چاہیئے۔ تاہم جب اس کی شنوائی نہ ہوئی۔ تو اس نے والدین کے حکم کی تعمیل کو ہی اپنا فرض سمجھا۔ ہمیشہ کے خیالات راڈرک کے خیالات سے ملتے جلتے تھے۔ لیکن جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ آخر کار بزرگوں کی بات ہی غالب رہی وہ اسی کے مطابق آئندہ حکمت عملی کا فیصلہ کیا گیا۔

اس کے بعد کئی ہفتے گذر گئے۔ انگلستان کی پارلیمنٹ نے برطانیہ کا تاج ولیم کے سر پہ رکھ دیا۔ مگر یہ سوال ابھی طے ہونا باقی تھا کہ سکاٹ لینڈ اس موقعہ پر کیا کرنا چاہتا ہے کیا وہ خاندان سٹوارٹ سے وفاداری قائم رکھتا ہوا جیمز کا حامی رہے گا۔ یا انگلستان کی تقلید میں خاندان آرینج کو حاکم تسلیم کرے گا؟ اس کا فیصلہ کرنے کے لئے عنقریب شہر ایڈنبرگ میں ایک

جلسہ ہوا تھا جس کی کارروائی کا سکاٹ لینڈ کی دو جماعتوں کو یعنی اسے جو شاہ جیمز کی حامی تھی۔ اور اس کو بھی جو شہزادہ ولیم سے اظہار وفاداری کر رہی تھی۔ بڑی دلچسپی سے انتظار تھا۔ اس جلسہ کے انتظار میں صدر مقام سکاٹ لینڈ کی دو جماعتوں یعنی پرسبیٹرین اور جیکبائٹ میں خانہ جنگی بھی ہوئی تھی۔ کیونکہ ہر ایک کو امید تھی۔ کہ جلسہ میں کثرت رائے اسی کی ہوگی۔ اور اس طرح اس اہم سوال کا فیصلہ فتنہ و فساد کے بغیر ہو جائے گا۔ اس اثنا میں ڈیوک آف گارڈن بدستور قلعہ پر قابض تھا۔ اور پرسبیٹرین فریق کے آدمیوں نے اس خوف سے کہ پہاڑی قبائل دشمنان پر حملہ آور نہ ہوں۔ شاہ ولیم کے دربار سے مسلح امداد طلب کی تھی۔ آخر الذکر نے یہ درخواست منظور کی کیونکہ وہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ اگر جلسہ میں کثرت رائے میرے خلاف ہوئی۔ تو ایڈنبرگ میں اس فوج کی مدد سے فریق ثانی کو منتشر کرنا پڑے گا۔ پس جنرل میکائے کو قریباً چھ ہزار جوانوں کی پانچ رجمنٹوں سمیت ایڈنبرگ بھیج دیا گیا۔ جب اس فوج کی آمد کی خبر مشہور ہوئی۔ تو ڈیوک آف گارڈن کے مشیروں نے صلاح دی۔ کہ اس کا فوراً مقابلہ کرنا چاہیئے کہ جلسہ سے پہلے ہی میکائے کی فوج کا فیصلہ ہو جائے۔ لیکن ڈیوک ایک بہادر اور رحم افسر تھا۔ وہ انتہائی ضرورت کے سوا خونریزی سے پرہیز ہی کرنا بہتر سمجھتا تھا۔ پس اس نے واقعات کا انتظار کرنا مناسب جانا۔ اسے یقین تھا کہ جیکبائیٹ فریق یعنی وہ جماعت جو شاہ ولیم کے خلاف تھی اس جلسہ میں بکثرت شریک ہوگی۔ اور اگر جلسہ کے فیصلہ کے بعد فوجی مقابلہ تک نوبت آئی بھی۔ تو کم از کم ہمیں اس بات کا اطمینان ہوگا۔ کہ کثرت رائے ہمارے حق میں ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جنرل میکائے بلامزاحمت صدر مقام سکاٹ لینڈ میں داخل ہوا۔ اور اس نے وہیں ڈیرہ ڈال دیا۔

جلسہ مذکور مارچ ۱۶۸۹ء میں منعقد ہوا اور یہ بات صدر کے انتخاب ہی پر واضح ہو گئی۔ کہ کثرت عظیم پرسبیٹرین فریق یعنی حامیان شاہ ولیم کی ہوگی۔ پس کچھ تعجب نہیں کہ جلسہ میں اس مطلب کا ووٹ پاس کیا گیا۔ کہ شاہ جیمز تاج برطانیہ کا حقدار نہیں رہا۔ اور شاہ ولیم کو اس ملک کا جائز حکمران سمجھنا چاہیئے۔

جلسہ کے بعد ڈیوک آف گارڈن سے قلعہ کی حوالگی کا مطالبہ کیا گیا۔ اور ساتھ ہی اسے پیغام ملا کہ اگر اس مطالبہ کو منظور نہ کیا گیا تو اسے باغی سمجھ کر اسی الزام میں مقدمہ چلایا جائے گا۔ اپنی رحم آمیز طبیعت سے مجبور ہو کر ڈیوک کا ارادہ پہلے اس مطالبہ کو منظور کر لینے کا تھا۔ مگر

جو لوگ اس کے ساتھ تھے۔ ان کے اعتراض و تہدید سے مجبور ہو کر آخر اسے انکار ہی کرنا پڑا۔ اس پر میکائے کو جلسہ کا منتظم اعلیٰ مقرر کر کے اسے کامل اختیار دیا گیا۔ کہ وہ قیام امن کے لئے جو تدابیر مناسب سمجھے عمل میں لائے۔ اس موقعہ پر ارل آف ڈنبرٹن۔ ارل آف بالکراس اور وائیکونٹ ڈنڈی نے فیصلہ کیا۔ کہ پہاڑی علاقہ میں جاکر ان قبائل سے امداد حاصل کی جائے جن کی نسبت معلوم تھا کہ وہ شاہ جیمز کے حامی ہیں۔ ڈیوک آف گارڈن نے ایک امیر اور سپاہی کی حیثیت میں اس کا عہد کیا کہ ہم جان پر کھیلکر بھی قلعہ کی حفاظت کریں گے۔ اور گو اس سے پہلے اس نے ارادہ کی کمزوری کا اظہار کیا تھا۔ تاہم اب اس عہد کے بعد اس کے ہمجلیسوں کو اس کا یقین ہو گیا۔ کہ وہ جو کچھ کہتا ہے کر کے دکھا دے گا۔ علاوہ بریں ان کی طرف سے ایلن میکڈانلڈ ڈیوک کی حرکات کی نگرانی کے لئے موجود تھا۔ اور اس نے اپنی معروف درشتی سے حلف لیا کہ اگر ڈیوک نے کسی معاملہ میں ذرا سی نرمی یا مداہنت سے کام لیا تو میں اپنے ہاتھ سے اس کو قتل کر دوں گا۔

اس کے تھوڑا عرصہ بعد یعنی اوائل ماہ جون میں جنرل میکائے کو خبر پہنچی کہ لارڈ ڈنڈی کا پہاڑی علاقہ میں پرجوش استقبال ہوا ہے۔ اور کئی ایک قبائل اس کے طرفدار ہو گئے ہیں۔ انہی ایام میں معزول شاہ جیمز چند ہفتے فرانس میں قیام کر کے آئرلینڈ چلا گیا تھا جسے ایک کیتھولک ملک ہونے کی وجہ سے اس کا ہم مذہب حامی سمجھا جاتا تھا۔ خبر مشہور تھی کہ آئرش فوج کی ایک جماعت سکاٹ لینڈ کے غربی ساحل پر پہنچ گئی ہے۔ اور بہت جلد لارڈ ڈنڈی کے جوانوں سے جا ملے گی۔ یہ سن کر جنرل میکائے نے سر جان لینیر کو قلعہ ایڈنبرگ کے محاصرہ پر متعین کیا۔ اور خود پانچ ہزار جوان لیکر لارڈ ڈنڈی کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ سر جان لینیر نے شدت کا محاصرہ شروع کیا۔ اور قلعہ کی فصیل تک پہنچ گیا۔ چونکہ اس کے پاس بھاری توپ خانہ تھا اس لئے بہت جلد فصیل میں شگاف کر دیئے۔ اور گو ڈیوک آف گارڈن کی فوجیں دشمن کا زور مقابلہ کر رہی تھیں۔ تاہم غنیم ہر ساعت تازہ کامیابی حاصل کرتا تھا۔ یہ وقت تھا جب سر ایلن میکڈانلڈ نے داد شجاعت کا موقعہ تلاش کیا۔ اس کی مثال کا محصورین پر بہت اچھا اثر ہوا اور ہر شخص نے ایسی دلیری کا اظہار کیا جس کی اس سے پہلے بہت کم امید ہو سکتی تھی۔ لیکن جب ان کے پاس سامان رسد باقی نہ رہا۔ تو ان کا جوش بھی سرد پڑنے لگا۔ ایلن میکڈانلڈ پھر بھی ان کو اکساتا اور طرح طرح کی امید دلاتا رہا۔ اگر وہ حفاظت کی تدابیر سوچنے میں ابھی اتنا ہی ذکی

وطیار ہوتا جتنا بے خوف اور دلیر تھا تو نتیجہ یقیناً اس سے مختلف ہوتا جو پیش آیا۔ مگر ہوا یہ کہ وسط جون میں ایک جنگی کونسل اس سوال پر غور کرنے کے لئے مقرر ہوئی کہ موجودہ حالت یاس میں قلعہ دشمن کے حوالہ کر دینا چاہیئے یا نہیں۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ گھمسان کی لڑائی کے بعد رات کے وقت ڈیوک آف گارڈن نے قلعہ نشین فوج کے افسران خاص کو یہ پوچھنے کے لئے اپنے کمرہ میں طلب کیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ سورج غروب ہو چکا تھا۔ اور وہ زوردار معرکہ جو دن بھر قلعہ کی شکستہ فصیل پر ہوتا رہا تھا شفق کی سرخی کے شب کی تاریکی میں بدلنے پر ہی تھما تھا۔ کل ۲۵ آدمی اس مشورتی جلسہ میں شریک ہوئے جس کا صدر ڈیوک آف گارڈن تھا۔ یہ لوگ ایک میز کے گرد بیٹھ گئے۔ جس پر لمپ جل رہا تھا۔ ایلن میکڈانلڈ ڈیوک کے داہیں جانب بیٹھا۔ خود ڈیوک ایک سن رسیدہ شخص تھا۔ قد لمبا۔ صورت پر رعب مگر انداز غلیقانہ تھے۔ وہ بہادر تھا۔ اور محاصرہ کے ایام میں بارہا داد شجاعت دے چکا تھا ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں۔ اور اب پھر ایک بار واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اگر کسی موقعہ پر اس کی طرف سے کمزوری کا اظہار ہوا تو اسکی وجہ محض یہ تھی۔ کہ وہ سمجھتا تھا خاندان سٹوارٹ کی کامیابی محال ہے۔ اور اس کوشش میں بے گناہوں کا خون بہانا سراسر بے کار اور لاحاصل ہوگا۔

اس جلسہ مشورتی میں اس نے بڑے سکون۔ اعتدال و استدلال کے ساتھ اپنی افتتاحی تقریر میں بیان کیا کہ شام کو جب معرکہ ختم ہوا تو سرجان لینیر نے جو محاصرین کا افسر اعلیٰ تھا۔ قلعہ کی دیوار کے نیچے اس بات کا اعلان کر دیا کہ اگر محصورین نے طلوع آفتاب سے پہلے اپنے طور پر قلعہ چھوڑ دیا تو ان میں سے ہر ایک کی جان محفوظ ہوگی۔ لیکن اگر اس تنبیہہ کا کچھ اثر نہ ہوا تو ہرگز رحم کا سلوک نہ کیا جائے گا۔ موجودہ حالات میں یہ صریحاً غیر ممکن ہے کہ ہم بہت دنوں تک مقابلہ جاری رکھ سکیں۔ لارڈ ڈنڈی کی امداد کا بھروسہ تھا۔ وہ حاصل نہیں ہوئی۔ اور اب حالت یہ ہے کہ آج کل میں فاقہ کشی شروع ہوا چاہتی ہے۔ پس ہر شخص کو آخری فیصلہ کرتے ہوئے یہ سوچ لینا چاہیئے کہ اس سعی لاحاصل کو بہت عرصہ جاری رکھنے کا عملی فائدہ کیا ہو سکتا ہے۔

اس تقریر کے بعد تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی کے پاس اس اعتراض کا جواب موجود نہیں۔ آخر جب پانچ منٹ تک کوئی نہ بولا تو ڈیوک نے پھر ایک بار کہا کہ ہر شخص کو ہاں یا نہیں جیسے اسکی رائے ہو ظاہر کرنی چاہیئے۔ جو شخص مقابلہ جاری رکھنے کے حق میں ہو

وہ ہاں کہدیں اور جو حوالگی چاہتے ہیں وہ نہیں کے ذریعہ اپنے خیالات ظاہر کریں۔ عین اس وقت
حاضرین میں سے ایک شخص اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اور میز پر زور سے مُکہ مار کر بحالت جوش کہنے
لگا۔ "آخری فیصلہ سے پہلے مجھے چند الفاظ کہنے کی مہلت دی جائے۔" یہ شخص ایلن میکڈانلڈ
تھا۔ اس کے الفاظ پر اور زیادہ خاموشی چھاگئی۔ اور ہر شخص اس کا بیان سُننے کے لئے ہمہ تن
گوش ہوا۔ اس وقت اس کی تند و ترش صورت بڑی خوفناک نظر آتی تھی۔ اور چہرہ سے عزم و
استقلال کا اظہار ہوتا تھا۔ رنگت زرد اور ہونٹ بھینچے ہوئے تھے۔ اس کے بعد جب اس
نے تقریر شروع کی تو الفاظ پر خروش نہیں بلکہ جچے تُلے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کے
مزاج میں وہ جوش باقی نہیں رہا جس کے زیر اثر اُس نے دفعتاً اپنی جگہ سے اٹھ کر میز پر زور
کا مکہ رسید کیا تھا۔

سب سے پہلے اس نے ڈیوک آف گارڈن کو وہ عہد یاد کرایا۔ جو اس نے اس بارہ میں کیا تھا
کہ ہم دم آخر تک قلعہ کو ہاتھ سے نہ دیں گے۔ پھر کہا کہ اگر لارڈ ڈنڈی کی طرف سے اب تک کمک
نہیں پہنچی تو اس کا مطلب یہ نہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ پہنچے گی ہی نہیں۔ جنرل میکائے کی نسبت اس
نے بیان کیا کہ لارڈ ڈنڈی ضرور اسے شکست دیں گے۔ اور اس کے بعد اپنی فتحیاب فوج کو
ساتھ لئے قلعہ ایڈنبرگ کا محاصرہ اُٹھانے کے لئے یہاں آجائیں گے۔ سلسلہ تقریر جاری رکھتے
ہوئے اس نے بیان کیا کہ اگر سر جان لینیر کو قلعہ کی تسخیر میں بعض روکاوٹیں نظر نہ آتیں اور وہ سمجھتا
کہ اسے بلا کر کے سر کیا جاسکتا ہے۔ تو وہ ہرگز یہ اعلان نہ کرتا کہ طلوع آفتاب سے پہلے قلعہ کی حوالگی
کی صورت میں محصورین کی جان بخشی کی جائے گی۔ باقی رہا رسد کا معاملہ۔ اس کی نسبت اس نے کہا
کہ ابھی قلعہ کے اصطبل میں بہت سے گھوڑے موجود ہیں۔ جب تک انہیں ذبح کر کے خوراک حاصل
کی جاسکتی ہے۔ فاقہ کشی کا سوال خارج از بحث ہے۔ ان حالات میں ہر شخص کا فرض ہے۔ کہ
ڈیوک آف گارڈن کی تجویز کا جواب بصورت انکار دے۔

اتنا کہہ کر ایلن اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ مگر صاف ظاہر تھا۔ کہ اس کے الفاظ کا حاضرین پر گہرا اثر
ہوا ہے۔ جب وہ حالت جوش میں کھڑا ہوا تو وہ سمجھتے تھے کہ کچھ بے سر و پا تقریر کرے گا۔ مگر
بخلاف ازیں اس نے مدلل طریق پر معاملہ کا دوسرا پہلو واضح کیا۔ اس لئے اس کی تقریر سُن کر ہر
شخص کو خواہش پیدا ہوئی کہ اس سوال پر اچھی طرح بحث کی جائے۔ ہر چند کہ پہلے ڈیوک کی
افتتاحی تقریر سُن کر وہ سب اس کے ہم خیال ہو گئے تھے۔ مگر اب انہوں نے محسوس کیا کہ ہر

شخص کو اظہار رائے کا موقعہ ملنا چاہیئے۔ چنانچہ مختلف آدمیوں نے تقریریں کیں۔ جن میں سے بعض ڈیوک کے حق میں اور بعض اس کے خلاف تھیں۔ بحث نے طوالت اختیار کی۔ آدھی رات ہو گئی۔ اور قلعہ کے گھڑیال نے خبر دی کہ پہرہ بدلنے کا وقت ہو گیا ہے۔ لیکن ڈیوک آف گارڈن کے کمرہ میں مشورتی کانفرنس کا اجلاس بدستور جاری رہا۔ کھڑکی کے اندر لیمپ کی روشنی قلعہ نشین فوج کے جوانوں کو خبر دیتی تھی کہ اس اہم مسئلہ کا آخری فیصلہ ابھی تک نہیں ہوا۔

باب - ۲۹

فیصلہ اور اس کے بعد

آخر رات کا ایک بجا تھا کہ کونسل کی بحث نے خاتمہ کی صورت اختیار کی۔ مجلس میں کل ۲۵ آدمی شریک تھے جن میں سے بارہ میز کے ایک طرف۔ بارہ دوسری جانب اور صدر کونسل ڈیوک آف گارڈن اس کے سرے پر بیٹھا تھا۔ جب ہر شخص تقریر کر چکا تو اس نے پوچھا کیا کسی کو کچھ اور کہنا ہے؟ حاضرین میں گہری خاموشی قائم رہی نہ کوئی اپنی جگہ سے ہلا نہ کسی کے لب نے حرکت کی۔ یہ حالت دیکھ کر ڈیوک نے کہا "اس صورت میں ہمیں ووٹ لینے چاہئیں۔ میں ہر شخص سے جدا جدا سوال پوچھوں گا۔ کہ حوالگی کے معاملہ میں اسکی رائے حق میں ہے یا خلاف۔ اور ہر شخص کی رائے کو کاغذ کے تختہ پر لکھتا جاؤں گا۔ پھر اس شخص سے مخاطب ہو کر۔ جو اس کے بائیں جانب سب سے پہلا تھا اس نے دریافت کیا۔ "ہاں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ کیا ہمیں قلعہ دشمن کے حوالہ کر دینا چاہیئے یا نہیں؟"

شخص مذکور نے نفی میں جواب دیا جسے ڈیوک نے کاغذ پر لکھ لیا۔ اس کے بعد ہر شخص سے باری باری یہی سوال پوچھنے کا سلسلہ جاری رہا۔ اور جوابات کاغذ پر درج ہوتے رہے۔ آخر کار میز کے بائیں طرف بیٹھے ہوئے شخصوں میں سے ہر ایک کا جواب لکھا جا چکا تو تھوڑی دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔ کیونکہ اس وقت تک کثرت رائے حوالگی کے حق میں تھی۔ ایلین زرد رو مگر چپ چاپ اس کارروائی کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی صورت سے دلی خیالات کا اندازہ کرنا مشکل تھا۔

اور اب ڈیوک نے دائیں طرف کے آدمیوں سے ووٹ لینے شروع کئے۔ مگر اس طرح کہ جو شخص سب سے آخر میں تھا۔ اس کی رائے سب سے پہلے لی گئی۔ کیونکہ حاضرین کو ایک دائرہ کی صورت

میں سمجھ کہ اس نے بائیں طرف والوں کے بعد اسی طرح سلسلہ جاری رکھنا مناسب خیال کیا۔ جوں جوں مختلف جوابات قلمبند ہو رہے تھے حاضرین کی تشویش بڑھ رہی تھی۔ کیونکہ ان جوابات سے ظاہر ہوتا تھا کہ حاضرین کے خیالات بڑی حد تک مساوی تقسیم رکھتے ہیں۔ آخر کار ایلین کی باری آئی۔ جس نے قدرتی طور پر نفی میں جواب دیا۔ اس وقت ووٹ شمار کئے گئے۔ تو معلوم ہوا بارہ حوالگی کے حق میں ہیں اور بارہ اس کے خلاف۔ گویا اس وقت تک تصفیہ کی کوئی صورت نہ تھی چونکہ اس حالت میں صدر کی رائے پر آخری فیصلہ کا دارومدار تھا۔ اس لئے ہر شخص کی نظریں اب ڈیوک آف گارڈن کی طرف لگی ہوئی تھیں۔

قدرتی طور پر ڈیوک کی حالت اس وقت قابل رشک نہ تھی۔ وہ تھوڑی دیر خاموش رہا۔ اس کے بعد حاضرین سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

"صاحبان مسئلہ پیش نظر میں مجھ پر ایک نہایت اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ چونکہ اس سے پہلے میں نے اپنی تقریر میں قلعہ کی حوالگی کا مشورہ دیا تھا۔ اس لئے میری رائے میرے بیان سے ظاہر ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں اچھی طرح محسوس کرتا ہوں کہ اگر میں نے اثبات میں رائے دی تو ایک فریق مجھے بزدل تصور کرے گا۔ ایسے حالات میں میری آرزو تھی۔ کہ کثرت رائے پر عمل کرتا اور آخری فیصلہ صادر کرنے کا ناگوار فرض اپنے اوپر نہ لیتا۔ مگر افسوس کہ ووٹوں کی مساوی تقسیم نے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس صورت میں لازم ہے کہ اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے میں ذاتیات کے سوال کو نظرانداز کر کے وہی فیصلہ دوں جو تقاضائے فرض ہے۔ پس میں فریق ثانی کی رائے کی پرواہ نہ کرتا ہوا پوری آزادخیالی سے کام لیتا ہوں۔ میرا جواب اس سوال کے متعلق جو میں نے ہر شخص سے فرداً فرداً پوچھا یہ ہے ۔ ۔ ۔"

"مائی لارڈ ٹھیریئے" ایلین نے گہری کھوکھلی آواز میں قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ جواب دینے سے پہلے اس عہد کو یاد کر لیجئے جو آپ نے لارڈ ڈنڈی اور ان بہادر امیروں کے روبرو کیا تھا جو اب پہاڑ کو گئے ہوئے ہیں۔"

"مجھے وہ عہد اچھی طرح یاد ہے۔" ڈیوک آف گارڈن نے سکون و استقلال کے ساتھ جواب دیا۔ "اور میں اس عہد کو پورا بھی کر چکا ہوں۔ عہد یہ تھا کہ میں اپنی جان لڑا کر اس قلعہ کی حفاظت کروں گا۔ اور جو کچھ میں نے اس وقت تک کیا ہے۔ وہ کسی طرح اس سے کم نہیں۔ ۔"

"آہ! مائی لارڈ" ایلین نے گھبرا کر کہا۔ "اگر آپ اپنے عہد کو اس طرح ٹالتے ہیں تو خیر ٹلنے

بہر حال اس کے سلسلہ میں خود میں نے جو عہد کیا تھا۔ اسے ضرور پورا کیا جائے گا۔"

"مجھے معلوم نہیں۔" ڈیوک آف گارڈن نے وقار کے لہجہ میں کہا "مجھے معلوم نہیں۔ سر ایلین میکڈانلڈ کے الفاظ میرے لئے صورت تہدید رکھتے ہیں۔ یا ان کا اشارہ بہادری کے کسی کارنامہ کی طرف ہے جس کا اظہار ابھی سر ایلین کی طرف سے ہونا ہے۔ بہر حال اتنا میں کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ایسے فقرات کسی بھی خیال سے کہے جائیں۔ میرے فیصلہ پر اثر انداز نہیں ہو سکتے" اور اس کے بعد تھوڑی سی دیر کے لئے چپ ہو کر۔ حالانکہ یہ وقفہ حاضرین کے لئے بے حد تشویش کا موجب تھا۔ ڈیوک نے کہا۔ "میرا جواب اس سوال کے متعلق جو میں پوچھتا رہا ہوں۔ ہاں ہے۔ یعنی یہ کہ اب وقت آگیا جب قلعہ دشمن کے حوالہ کر دینا چاہیئے۔"

"بس تو پھر مجھے اپنا عہد پورا کرنا چاہیئے" ایلین میکڈانلڈ نے گرج کر کہا۔ اور اس نے طرفۃ العین میں اپنی جگہ سے اٹھ کر بھاری تلوار نیام سے نکال لی۔ جو لمپ کی روشنی میں بجلی کی طرح چمکی۔ مگر اس سے پہلے کہ کوئی ہاتھ اسے روکنے کے لئے اٹھتا۔ یا کوئی شخص اس پر اعتراض ہی کرتا۔ اس نے تلوار ڈیوک آف گارڈن کے سفید۔ بالوں والے سر پر اس زور سے ماری کہ آن واحد میں شانوں تک سر کے دو ٹکڑے ہو گئے!

خون! خون! کے نعرے ایک دم بلند ہوئے ۲۳ آدمی اپنی جگہ پر اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور ۲۳ تلواریں مقتول کے خون ناحق کا انتقام لینے کو نیام سے باہر نکل آئیں۔

مگر ایلین نے قابل تعریف پھرتی سے جھٹ اپنی تلوار سنبھالی۔ خون آلود ہتھیار۔ قریب ترین شخص کی تلوار سے اس زور کے ساتھ ٹکرایا۔ کہ اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ حاضرین میں اضطراب پھیل گیا۔ سب نے ایلین کو نرغہ میں لینے کی کوشش کی۔ اسی گھبراہٹ میں میز الٹ گئی اور لمپ گل ہونے سے چاروں طرف تاریکی پھیل گئی۔ اندھیرے میں ہر شخص کا ہاتھ رک گیا۔ کیونکہ ڈر تھا وار کسی دوست پر نہ ہو۔ اسی حالت میں کمرہ کے اندر کسی کے دوڑنے کی آواز سنائی دی دروازہ کھلا۔ اور اس کے بعد اس قسم کی آوازیں سنائی دیں۔ "لینا! لینا وہ بھاگا جا رہا ہے" مگر دروازہ پھر بند ہو گیا۔ اور ایلین نے باہر نکل کر زنجیر چڑھا دی۔ دروازہ مضبوط اور زنجیر بھاری تھی، باقی افسر بہت دیر تک اسے توڑنے کی بے سود کوشش کرتے رہے۔

اور اس اثنا میں ایلین غصہ اور مایوسی کی حالت میں سنگی زینہ پر دیوانہ وار دوڑتا نیچے اترتا گیا۔ اصل یہ ہے کہ جو کچھ اس نے کیا۔ اس میں اسے سخت غلط فہمی ہوئی تھی وہ اس کا اندازہ یہ تھا

کہ اس واقعہ سے کونسل کے باقی اراکین مرعوب و مغلوب ہو کر اس کے ہم خیال بن جائینگے - اس جرم کے ارتکاب سے تھوڑی دیر پہلے وہ اپنے تخیل میں سوچتا تھا کہ ڈیوک آف گارڈن کے قتل کے بعد مجھے قلعہ کا گورنر نامزد کر دیا جائیگا - اور میں محاصرین کے خلاف سخت ترین تدابیر عمل میں لانے سے دریغ نہ کروں گا - مگر اس کی ساری امیدیں ایک لمحہ میں خاک میں مل گئیں - اب قلعہ نشین فوج سے کسی امداد کی امید نہ تھی - کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ افسر جنہیں میں کمرہ میں بند کر آیا ہوں باہر نکلتے ہی سب سے پہلے میری جان کے درپے ہوں گے - غرض اس حالت میں کہ غصہ سے بدن کانپ رہا ہو - یاس سے دل بیٹھا جاتا تھا - ایلین میکڈانلڈ خون چکاں تلوار ہاتھ میں لئے زینہ سے اترا -

مگر عین اس وقت شور و غل کی آوازیں - قدموں کی چاپ اور تلواروں کی جھنکار اس کے کانوں میں پہنچی - غور سے سُنا تو معلوم ہوا کہ آوازیں قلعہ کے باہر سے آ رہی ہیں - ایلین نے فوراً معلوم کر لیا کہ معاملہ کیا ہے - کچھ شک نہیں کہ سر جان لینیر کا یہ اعلان کہ صبح تک قلعہ میرے حوالہ کر دیا جائے محض ایک چال تھی - جو اس نے اس لئے اختیار کی کہ محصورین رات بھر کے لئے بے فکر ہو جائیں، اور آدھی رات کو جب وہ بے خبر سو رہے ہوں شگافوں پر حملہ کر کے قلعہ کو سر کرنے کی کوشش کی جائے -

ان آوازوں کو سُن کر ایلین مجذوبوں کی طرح آگے کی طرف دوڑا - زینہ کے سرے پر برآمدہ تھا - اس سے گذر کر اس نے ایک دروازہ کھولا - اور قلعہ کے صحن میں پہنچ گیا - اس جگہ زور کی لڑائی جاری تھی - اپنی جنگی فطرت کے زیر اثر اس سانحہ عظیم کو فراموش کر کے جس سے وہ آ رہا تھا - ایلین میکڈانلڈ تلوار ہاتھ میں لئے رن میں کود پڑا - جابجا مشعلیں روشن ہو چکی تھیں - کچھ اور شہاب ثاقب کی طرح نظر آتی اور غائب ہو جاتی تھیں دوست دشمن کی پہچان کے لئے فریقین کی طرف سے روشنی کا انتظام ہو رہا تھا - ایلین نے اس موقعہ پر اپنی بے خوف دلیری کا خوب ہی ثبوت دیا - اور ۱۰ منٹ کے عرصہ میں کہ وہ شریک جنگ رہا - اس نے سر جان لینیر کی فوجوں میں بہت تباہی پیدا کی -

لیکن دفعتاً اس کمرہ کے دروازہ سے جس میں وہ ڈیوک کو قتل کر آیا تھا - باقی افسروں کی جماعت دوڑتی ہوئی نکلی - لڑائی کا شور ان کے کانوں تک بھی پہنچ چکا تھا - اس شور کو سُن کر انہوں نے میز کی مدد سے دروازہ توڑا - اور دوڑتے ہوئے زینہ سے اُترنے لگے - مگر زینہ کو طے

کر سکے اس لئے کھڑے ہو گئے۔ کہ ایک دوسرے سے مشورہ کر لیں۔ ہمیں اس موقعہ پر کیا کرنا چاہیئے
حالات پیش آمدہ کو دیکھ کر ان کی رائے بھی جو قلعہ کی حوالگی کے خلاف تھے۔ بدل گئی اور سب نے
یک زبان ہو کر یہی فیصلہ کیا کہ بے جا کشت و خون سے بچنے کے لئے قلعہ سے دست بردار ہونا
ہی واجب ہے۔ اس فیصلہ پر فوراً عمل کیا گیا۔ ایک افسر نے جو باقیوں سے بڑا تھا۔ اپنا سفید
رومال تلوار کی نوک پر رکھ لیا۔ اور اسے ہاتھ میں لئے باقیوں کے آگے آگے روانہ ہوا۔

مشعلوں کی روشنی میں صلح کا نشان فوراً پہچانا گیا۔ قلعہ نشین فوج کو معلوم تھا کہ ایک کمرہ
میں آئندہ طرز عمل کا فیصلہ ہو رہا ہے۔ یہ سمجھ کر کہ اس مجلس نے یہی فیصلہ کیا ہے۔ سب نے کشت و
خون کو بے سود سمجھا۔ اور گو اس صورت میں کہ سفید رومال دکھائی نہ دیتا۔ وہ پوری جوانمردی
سے جنگ جاری رکھتے۔ تاہم اب ہر شخص کو اپنی جان کی سلامتی کی فکر ہوئی۔ کیونکہ جس صورت
میں افسر اطاعت کے لئے تیار ہوں تو سپاہیوں کے لئے ان کے حکم پر عمل کرنے میں کسی طرح کی ذلت
نہیں سمجھی جاتی۔ آن واحد میں لڑائی کا جوش ختم ہو گیا۔ قلعہ نشین فوج ایک طرف اور قلعہ گیر دوسری
طرف ہٹ گئی۔ درمیانی حصہ میں مردوں اور مرتے ہوئے زخمیوں کے انبار جمع ہو گئے۔

سر جان لینیر اور اس افسر میں جس نے سفید رومال دکھایا تھا۔ جلد جلد تبادلہ خیالات ہوا
مصالحت کی شرطیں طے ہو گئیں جن میں سے ایک یہ تھی کہ ہتھیاروں سے دست برداری کی صورت
میں قلعہ نشین فوج کے سپاہیوں کی جان بخشی کی جائے گی۔ اس وقت افسر مذکور نے ایلن میکڈانلڈ
کے ہاتھوں ڈیوک آف گارڈن کے قتل کا ذکر کیا۔ یہ خبر جنگلی آگ کی طرح چاروں طرف پھیل گئی۔ اور
قاتل کے خلاف محاصرین و محصورین میں یکساں جوش پیدا ہو گیا۔ جب ڈیوک کی رجمنٹ کے سپاہیوں
کو اپنے افسر کے قتل کی خبر ہوئی۔ تو وہ سخت جوش میں بھر گئے۔ اپنی خون چکاں تلواریں ہاتھ میں
لیکر انہوں نے سر جان لینیر سے وعدہ کیا کہ قاتل سے انتقام لینے کے بعد ہم انہیں از خود آپ کے
حوالہ کر دیں گے۔ قاتل کی تلاش شروع ہوئی۔ ہر طرف مشعلیں حرکت کرنے لگیں۔ ان کی روشنی
میں مقتولین کی خون آلود لاشیں ایک عجیب جگر دوز منظر پیش کرتی تھیں۔

اس وقت ہر شخص کی زبان پر ایک ہی سوال تھا۔ یعنی یہ کہ ایلن میکڈانلڈ کہاں ہے ہزارہا
سپاہیوں کی زبان سے نکلا ہوا یہ ایک فقرہ شور قیامت برپا کر رہا تھا۔

قلعہ کے صحن میں ہر طرف گھبراہٹ پھیل گئی۔ قاتل کی تلاش میں سپاہی مشعلیں ہاتھوں میں
لیئے ادھر ادھر دوڑنے لگے۔ تاریکی میں ان مشعلوں کی متحرک لو ٹوٹنے والے ستاروں کا منظر پیدا

کرتی تھی۔ زخمیوں اور جان کنی کی حالت میں کراہتے ہوئے سپاہیوں کی آوازوں سے دل سہما جاتا تھا۔ مدھم روشنی میں قلعہ کی شاندار عمارت پہاڑ کی طرح نظر آتی تھی۔ اور اس حالت میں ہر طرف قاتل کی تلاش بڑی مستعدی سے جاری تھی۔ اس مصروفیت میں دوست دشمن کی تمیز بکسر مٹ گئی۔ وہ خوفناک دشمنی اور عناد جو دو فوجوں کو اب تک کشت و خون پر آمادہ کر رہا تھا۔ فریقین کے دل سے محو ہو گیا۔ ہر شخص کے دل میں فقط ایک خیال تھا۔ یعنی یہ کہ جس قدر جلد اور جس طرح بھی ممکن ہو۔ قاتل کو گرفتار کر کے اس سے عبرت ناک انتقام لیا جائے۔ یہ معلوم کرنے کے لیئے کہ ایلین بھی میدان جنگ میں کام نہ آیا ہو۔ زخمیوں اور مرے ہوئے سپاہیوں کو تہ و بالا کرنے سے دریغ نہ کیا گیا۔ ہر سپاہی مشعل کی روشنی کو لاشوں اور زخمیوں کے چہرہ کے قریب لا کر دیکھتا تھا کہ ان میں ایلین میکڈانلڈ بھی شامل ہے۔ بد نصیب مقتولوں کی لاشوں اور ان زخم خوردہ سپاہیوں کو جو ابھی دم لیتے تھے۔ مگر ان کے زخموں سے زندگی کا خون تیزی سے بہ رہا تھا۔ بڑی بے دردی سے ادھر ادھر پھینک دیا گیا۔ مگر اس جدوجہد کے باوجود ایلین کا پتہ نہ ملنا تھا نہ ملا۔

ایک گھنٹہ سے زیادہ عرصہ تک تلاش جاری رہی۔ قلعہ کا ہر ایک کمرہ اور کمرہ کا ہر ایک حصہ نظر غور سے دیکھا گیا۔ مگر ایلین کہیں نہ ملا۔ ڈیوک آف گارڈن کی اپنی فوج کے سپاہیوں نے جب کمرہ کونسل میں اپنے مقتول آقا کو اسی حالت میں بدستور کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ کہ چرا ہوا سر میز کی طرف جھکا ہوا اور فرش زمین پر خون جمع ہے۔ تو ان کے غصہ کی انتہا نہ رہی۔ انھوں نے اور زیادہ مستعدی سے تلاش شروع کی مگر بے سود۔ معلوم نہیں ایلین کو زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا بہرحال وہ اس قلعہ میں کہیں نہ تھا۔ اور نہ کوئی جانتا تھا کہ وہ کہاں گیا۔

باب ۔ ۲۲

معرکہ کلی کرینکی

وائکونٹ ڈنڈی جس کا نام تاریخ سکاٹ لینڈ میں گراہم آف کلیورہوس کی نسبت سے خاص شہرت رکھتا ہے۔ بڑا بے خوف۔ ذی حوصلہ اور جرار سپاہی تھا۔ اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے وہ دوسرے کی جان لینے میں بھی بے دریغ تھا۔ مگر صرف اسی صورت میں کہ فرجی ضروریات اس کا تقاضا کریں۔ ایک زمانہ میں اس نے فرقہ پریسبیٹیرین کے خلاف جس جوش غضب کا اظہار کیا تھا۔ وہ نہ صرف

اس کے لئے داغ بدنامی ہے۔ بلکہ تاریخ کیلیڈونیا میں باب سیاہ کا درجہ رکھتا ہے۔ غرضکہ جتنا یہ شخص مذہبی مجذوب تھا۔ اسی قدر جنگ میں قتال تھا۔

جیسا ہم نے پیشتر بیان کیا ہے۔ وائکونٹ موصوف ارل آف بالکراس اور ارل آف ڈنبرٹن کو ساتھ لیکر پہاڑی علاقوں سے شاہ جیمز کی حمایت کے لئے فوج جمع کرنے گیا تھا۔ سب سے پہلے ان لوگوں نے سٹرلنگ میں قیام کیا۔ جہاں ان مالیان ریاست کی ایک مجلس منعقد کرنے کا اعلان کیا گیا۔ جو ان کے ہمخیال تھے۔ لیکن چونکہ وہ خطوط جو اس اعلان کے سلسلہ میں لکھے گئے تھے۔ رستہ ہی میں ضبط ہو گئے۔ اس لئے جلسہ ناکام رہا۔ پس سٹرلنگ میں چند روزہ قیام کے بعد لارڈ ڈنڈی اور لارڈ ڈنبرٹن۔ دونو کوہستان سکاٹ لینڈ میں گئے۔ کیونکہ ارل آف بالکراس بعض حالات سے مجبور ہو کر ان کے ساتھ نہ جا سکتا تھا۔ اس موقعہ پر لارڈ میکڈانلڈ والئے گلن نے فاضل ہمیش کو وائیکونٹ ڈنڈی کے پاس اس لئے بھیجا کہ اسے آرگل شائر آنے کی دعوت دے اور وعدہ کیا کہ وادی گلنکو اور علاقہ گلن فان سے ایک ہزار جوانوں کی مشترکہ فوج فوراً بغرض امداد مہیا کی جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی ہمیش کی زبانی لارڈ ڈنڈی کو یہ اطلاع دی گئی کہ آپ نے سٹرلنگ سے جو اعلان جاری کیا تھا۔ اسکی نقل ہمیں قطعاً موصول نہیں ہوئی۔ محض سرسری خبر ملی ہے۔ ورنہ ہم جلسہ زیر تجویز میں ضرور حصہ لیتے۔

آرگل شائر کے دونامی والیان ریاست کی طرف سے جب لارڈ ڈنڈی کو یہ اطلاع موصول ہوئی تو اس نے سوچنا شروع کیا۔ کہ اس موقعہ پر میرا طرز عمل کیا ہونا چاہیئے۔ جب ہمیش اس کے پاس گیا۔ تو وہ علاقہ پرتھ شائر کے وسط میں تھا۔ اور ۵۰۰ کے قریب جوان اس کے جھنڈے تلے جمع ہو چکے تھے۔ علاوہ بریں اطلاع موصول ہوئی تھی کہ تین سو آئرش سپاہی کرنیل کینن کے زیر کمان اس کی مدد کے لئے آرہے ہیں۔ اس کی خواہش یہ تھی کہ جو تحریک شاہ جیمز کے حق میں شروع کی گئی ہے۔ اسکی رہبری کا اعزاز مجھی کو حاصل ہو۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی قابل غور تھا کہ گلن فان اور گلنکو کی مشترکہ فوجیں چونکہ خود لارڈ میکڈانلڈ کے زیر کمان ہوں گی۔ اس لئے پہاڑی فوج کی تعداد اس فوج سے زیادہ ہونے کے باعث جو لارڈ ڈنڈی کے ماتحت تھی۔ لارڈ میکڈانلڈ کی اہمیت قدرتی طور پر اس سے زیادہ ہو جائے گی۔ پھر اسے معلوم تھا کہ بریڈل بین اور کیمبل والوں کے خلاف جنگ کے موقعہ پر لارڈ میکڈانلڈ نے چونکہ عظیم الشان کارنامے کئے تھے۔ اس لئے اسکی موجودگی۔ فوج میں اسی کی ہردلعزیزی کا موجب ثابت ہوگی غرض

کئی پہلوؤں سے اسے اس بات کا اندیشہ تھا کہ اس مہم میں خاندان میکڈانلڈ والئے گلن کا زور و اقتدار فوج پر غالب ہوگا۔ حرلیتیں لارڈ ڈنڈی کو والئے گلنکو ایک کامیاب رقیب کی صورت میں نظر آتا تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ اسکی امداد سے انکار یا اسے ناراض کرنے کی جرأت بھی نہ کر سکتا تھا۔ بادی النظر میں اس کی حالت بڑی تشویشناک تھی۔ مگر آخر کار اس نے بہت سی غور و فکر سے تب اپنے لیئے ایک خاص طریق عمل تجویز کیا۔ اس نے سمجھا کہ اگر پرتھ شائر میں پہ کرائرش فوج کی آمد کا انتظار کیا جائے اور اس اثنا میں جس قدر پہاڑی فوج ممکن ہو جمع کی جائے تو دونوں کو ملا کر گلن فان اور گلنکو کی مشترکہ فوج کی تعداد سے زیادہ کر لینا دشوار نہ ہوگا۔ اور اگر ایسا ہو گیا تو میرے لیئے فوج کی کمان خاص اپنے ہاتھ میں لینا سہل ہوگا۔ اس اثنا میں فوج پر میرا اقتدار بھی ترقی کر جائے گا۔ اور جب آرگل شائر کی مشترکہ فوجیں میرے پاس آئیں گی۔ تو میں انہیں معاون سپاہ اور ان کے افسروں کو اپنا ماتحت سمجھنے لگوں گا۔

یہ سب باتیں اپنے دل میں طے کر کے وائکونٹ ڈنڈی فاضل ہمیشہ سے بڑے اخلاق سے پیش آیا اور کہنے لگا "میں آرگل شائر جانے کی دعوت دلی شوق سے منظور کرتا۔ لیکن بعض موافق حالات کا تقاضا ہے کہ پہلا وار پرتھ شائر میں کیا جائے۔ مگر اس اثنا میں آپ میری طرف سے لارڈ میکڈانلڈ اور لارڈ گلن فان سے درخواست کریں۔ کہ وہ جس قدر فوج ممکن ہو جمع کر کے مجھ سے آملیں۔" یہ پیغام لیکر ہمیش وادی گلنکو میں واپس ہوا۔

اس کے تھوڑی مدت بعد آئرلینڈ کی امدادی فوج بسر کردگی کرنیل کینن۔ پرتھ شائر میں پہنچ گئی۔ مگر لارڈ ڈنڈی نے جب اس فوج کے جوانوں کی حالت دیکھی۔ تو انگشت بدنداں رہ گیا۔ نہ ان میں قابلیت۔ نہ ضبط۔ نہ انتظام۔ نہ اسلحہ۔ فقط تین سو خام رنگروٹ تھے۔ اور وہ بھی اس قسم کے کہ غریبوں نے عمر بھر میں کبھی کوئی ہتھیار استعمال نہ کیا تھا۔ نہ وردی۔ نہ سامان۔ غرض سخت ہی زار حالت تھی۔ ڈنڈی کو پہلے تو یہ دیکھ کر سخت مایوسی ہوئی۔ مگر پھر اس نے سوچا کہ جس طرح ممکن ہو معاملہ کو نباہنا چاہیئے۔ آئرش بریگیڈ کام کی نہیں تو نام کی تو ہے۔ خود باشندگان پرتھ شائر کی یہ حالت تھی۔ کہ پہلے تو بڑے جوش کا اظہار کرتے تھے۔ لیکن جلدی ہی پیچھے ہٹنے لگے۔ بہت کم لوگ تھے جو لارڈ ڈنڈی کے جھنڈے تلے جمع ہوئے۔ ان حالات سے ظاہر ہے کہ جنرل میکائے کو اس بارہ میں جو خبر موصول ہوئی تھی کہ کوہستان میں لارڈ ڈنڈی کا بڑی دھوم سے استقبال ہوا ہے۔ اور آئرلینڈ والوں نے اسے بہت امداد دی ہے۔ وہ سراسر

مبالغہ آمیز تھی۔

اصل یہ ہے کہ حالات، وائیکونٹ ڈنڈی اور اس شخص کے جس کی تائید وحمایت اس نے اپنے ذمہ لی تھی۔ سخت ہی خلاف تھے۔ ایڈنبرگ کی پارلیمنٹ نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو باغی قرار دے دیا تھا۔ اس لئے اب اگر وہ ہتھیار رکھ دینا بھی چاہتا۔ جیسا کہ حالات کے زیر اثر اس کا ارادہ تھا۔ تو اب اس کا وقت نہیں رہا تھا۔ اس پریشانی میں اور زیادہ حوصلہ فرسا خبر یہ موصول ہوئی۔ کہ سر جان لینیر کی فوجوں نے قلعہ ایڈنبرگ کو سر کر لیا۔ اور قلعہ نشین فوج اطاعت پذیر ہو گئی ہے۔ اس وقت اگر جنرل میکائے اپنے پانچ ہزار جوانوں کو ساتھ لے کر وائیکونٹ ڈنڈی پر حملہ کر دیتا۔ تو آخر الذکر کا شکست فاش کھانا یقینی تھا۔ مگر وہ اس وجہ سے رُک گیا کہ کوہستان سکاٹ لینڈ میں ڈنڈی کی فوج کے متعلق اسے کسی طرح کی مبالغہ آمیز خبریں موصول ہوتی رہی تھیں۔ اس لئے اس نے جو کام کیا۔ ایسے حزم و احتیاط سے کیا کہ جسے کوئی ماہر جنگ شائد اس صورت میں بھی مناسب خیال نہ کرتا کہ وہ خبریں جن کی بنا پر اس نے عمل کیا بالکل صحیح ہوتیں۔

خیر۔ قلعہ ایڈنبرگ کی تسخیر کو ایک ماہ کا عرصہ گذر گیا اور اس اثنا میں لارڈ ڈنڈی کو اپنی کوششوں میں کچھ بھی کامیابی حاصل ہوئی نام نہاد آئرش سپاہ کو ملا کر اس کی فوج کی کل تعداد زیادہ سے زیادہ ۲۵۰۰ تھی۔ جن میں سوار ایک سو سے زیادہ نہ تھے اور توپیں فقط تین یا چار تھیں ہمیش کی واپسی کے بعد اس میں اور لارڈ میکڈانلڈ میں مزید گفت و شنید نہ ہوئی تھی۔ ایک طرف ڈنڈی گلنکو اور گلن فان کی مشترکہ سپاہ کی آمد پر اس لئے زور نہ دیتا تھا کہ اس سے میرے اقتدار میں فرق آ جائے گا۔ دوسری جانب ان قبائل کے حکمران اسکی طرف سے مزید اطلاع کے منتظر تھے کہ اس کے مطابق عمل کریں۔ انہیں معلوم نہ تھا وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے۔ اس خود غرضانہ حکمت عملی سے بے خبر جس پہ ڈنڈی عمل کر رہا تھا۔ وہ یہی سمجھتے تھے کہ وہ کسی خاص مصلحت سے خاموش ہے۔ جب اس کو ضرورت ہوگی۔ امداد مہیا کر دی جائے گی۔

کوہستان سکاٹ لینڈ میں شاہ جیمز کے حامیوں کی یہ حالت تھی۔ کہ ایک روز لارڈ ڈنڈی کو خبر ملی کہ مارکوئیس آف ایتھول نے شاہ جیمز کی حمایت کا اعلان کر کے قلعہ بلیر کو فوجی صدر مقام کے طور پر پیش کیا ہے۔ یہ قلعہ جو پرتھ شائر کے شمال میں واقع ہے۔ اہل مطلب کے لئے ہر طرح موزوں تھا۔ ایک تو وہ مرکزی مقام پہ واقع تھا۔ جس سے کوہستان کے ہر حصہ میں

رسل ورسائل کی سہولت ممکن تھی۔ دوسرے قدرتی اور مصنوعی استحکامات کی وجہ سے کافی مضبوط تھا۔ اور تیسرے اس میں سامان رسد اس قدر موجود تھا۔ کہ وہ بآسانی ایک طویل محاصرہ برداشت کرسکتا تھا۔ لیکن ادہر یہ اطلاع لارڈ ڈنڈی کو پہنچی۔ اور ادہر ایک جاسوس کی معرفت جنرل میکائے کو بھی پہنچ گئی۔ اس خبر سے اول مرتبہ آخرالذکر کو معلوم ہوا کہ شاہ پسندوں کی جمعیت کی نسبت جس قدر خبریں اب تک موصول ہوتی رہیں۔ وہ سب مبالغہ آمیز تھیں۔ حقیقت حال سے خبردار ہونے پر جنرل موصوف کو اپنی کاہلی اور تضیع اوقات کا سخت رنج ہوا۔ اور اب ایک فیصلہ کن وار کرنے کی نیت سے وہ پانچہزار جوان ساتھ لے کر کوچ در کوچ کرتا اس خیال سے قلعہ بلیر کی طرف روانہ ہوا کہ شاہ پسندوں کے وہاں آنے سے پہلے ہی اس کو سر کرلے۔ جب انگریزی فوج کی نقل وحرکت کی خبر لارڈ ڈنڈی کو ہوئی تو انہوں نے بعد از وقت محسوس کیا کہ گلنگر اور گلن خان قبائل کے جوانوں کو فوراً ہی شریک فوج نہ کرنے میں کیسی بھاری غلطی ہوئی۔ ظاہر تھا کہ اس کے ۲۵۰۰ تباہ حال۔ پریشان صورت۔ نیم گرسنہ جوان میکائے کے ۵۰۰۰ قواعد دان۔ وردی پوش شکم سیر اور مسلح سپاہیوں کا کہاں تک مقابلہ کرسکیں گے۔ پھر بھی وائسکونٹ ڈنڈی نے اس بے خوف دلیری سے کام لیکر۔ جو اس کا خاصہ تھی۔ اس بات کا عہد مصمم کرلیا۔ کہ چاہے کچھ ہو۔ ایک بار میکائے کا مقابلہ ضرور کرنا چاہیئے ادہر اس نے یہ فیصلہ کیا۔ اور ادہر ایک قاصد کو صبا رفتار گھوڑے پر سوار کر کے اس مطلب کے لئے وادی گلنگر بھیجدیا۔ کہ وہ لارڈ میکڈانلڈ سے بہت جلد امداد بہم پہنچانے کی درخواست کرے۔

جولائی ۱۶۸۹ء کے وسطی ایام تھے۔ کہ معاملات نے انتہائی صورت اختیار کی۔ اسی ماہ کی ۱۷ تاریخ کی صبح کو جنرل میکائے اپنی شیردل فوج لیکر اس غرض سے درہ کلی کرینکی میں داخل ہوا کہ قلعہ بلیر پر جس کی حفاظت کے لئے مارکوئیس آف ایتھول نے حالت اضطراب میں مٹھی بھر جوان فراہم کئے تھے۔ فیصلہ کن وار کردے۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ جرنیل مذکور کی سپاہ پانچہزار کے قریب تھی۔ اور اس میں سے ⅕ حصہ سوار تھے۔ اس کے پاس توپخانہ بھی کافی تھا۔ اور تازہ دم سپاہی مرنے مارنے کو تیار تھے۔ دوسری جانب لارڈ ڈنڈی کے پاس صرف ۲۵۰۰ آدمی تھے۔ جنہیں اپنی قوت پر نہیں بلکہ اپنے افسر اعلیٰ اور اس کے نائب ارل آف ڈنبرٹن کی شجاعت پر بڑا اعتماد تھا۔ علاوہ بریں کرنیل کینن کی آئرش سپاہ کو بھی اس مختصر عرصہ میں

تھوڑی بہت تربیت دے دی گئی تھی اور امید کی جاتی تھی کہ وہ لڑائی میں کچھ نہ کچھ امداد ضرور دے سکے گی۔

دونوں لشکر درہ کلی کرینکی میں ملے۔ ہر چند کہ گرمی کا موسم تھا۔ تاہم صبح دھندلی اور کہر آلود تھی اور درہ میں چاروں طرف ہلکے بخارات چھائے ہوئے تھے۔ جب فوجیں ایک دوسرے سے چند سو گز کے فاصلہ پر رہ گئیں تو انگریزوں کو اول مرتبہ شاہ پسند فوج کی موجودگی کا علم ہوا۔ مگر لارڈ ڈنڈی بھی اس مقابلہ کے لئے پہلے سے تیار تھا۔ کیونکہ شب گذشتہ کو ایک مخبر نے اطلاع دی تھی۔ کہ میکائے اس درہ کو عبور کرنا چاہتا ہے۔ یہ خبر پاکر لارڈ ڈنڈی کوچ در کوچ کرکے اس کے مقابلہ کے لئے یہاں پہنچ گیا تھا۔

دھند اور کہر میں لڑائی شروع ہوئی اور فریقین نے خوب ہی داد شجاعت دی میکائے کی ہراول فوج نے پہاڑی سپاہیوں پر خوفناک آگ برسائی۔ جنہوں نے پہلے تو اس کا جواب توپخانہ کی مدد سے دیا۔ لیکن جلد ہی ہر ایک جوان شمشیر بکف ہوکر دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ انگریزی نرسنگھوں کی آواز سکاٹ لینڈ کے فوجی ساز کی دردناک صدا میں آمیز ہوگئی۔ شمال و جنوب کی فوجوں کے جنگی نعروں نے آسمان سر پر اٹھالیا۔ تلوار کی جھنجھناہٹ سے پہاڑ کا ہر ایک حصہ گونجنے لگا اور اس شور کو سن کر عقاب بھی اپنے بلند آشیانوں سے اڑکر دھندلی فضا میں اس لئے پرواز کرنے لگے کہ مقتولوں پر جھپٹا لگائیں۔ درہ کلی کرینکی میں توپوں کی گھنگرج آواز نے بڑی ہیبت ناک گونج پیدا کی۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑ کی چوٹیوں پر بادل گرج رہے ہیں۔ اور وہ آگ جو توپوں کے دہانہ سے نکلتی تھی۔ وہ بجلی کی چمک کا نظارہ پیش کرتی تھی۔

ایک گھنٹہ بڑے گھمسان کا معرکہ ہوا۔ اتنے میں کہر ہٹنے لگی اور سورج نے بادلوں کے پیچھے سے جھانکنا شروع کیا۔ آخر جس وقت وہ سفید بخارات جو پہاڑ کی ڈھلوانوں اور کھڈوں پر پھیلے ہوئے تھے منتشر ہوگئے۔ تو ان لوگوں کو جو شریک جنگ تھے۔ ایک بڑا ہیبتناک منظر دکھائی دیا۔ ہر طرف کشتوں کے پشتے اور زخمیوں کے انبار تھے۔ اب اول مرتبہ پہاڑی فوج کو دشمن کی عددی عظمت کا احساس ہوا۔ اور آخر الذکر کو بھی معلوم ہوگیا۔ کہ حریف کی ہستی کچھ اہمیت نہیں رکھتی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرف پہاڑی فوج کے دل ڈوب گئے۔ اور دوسری جانب انگریزی سپاہ کے حوصلے بلند ہوگئے۔ اتنے میں پھر مقابلہ شروع ہوا۔ دونوں فریق جی توڑ کر لڑے۔ مگر ایک گھنٹے کی جدوجہد کے بعد بھی میدان کا فیصلہ نہ ہوسکا۔

جنرل میکائے کو یہ دیکھ کر سخت ہی ذلت اور خجالت ہوئی۔ کہ میرا لشکر جرار مٹھی بھر سپاہ کے سامنے عاجز ہوا جاتا ہے۔ حالت یاس میں اس نے سواروں کو زور کا ہلا کرنے کا حکم دیا۔ اور خود ان کے آگے ہولیا۔ اتفاق سے وہ جگہ جہاں مقابلہ ہوا نسبتاً ہموار تھی۔ اس حصہ پر جنرل میکائے کے سوار گھوڑے دوڑاتے اور اپنے بھالوں کو زور سے ہلاتے حملہ آور ہوئے۔ حملہ کی شدت ناقابل برداشت تھی۔ لارڈ ڈنڈی اپنی فوج کے آگے بڑی بہادری سے لڑا۔ اس نے سر کف ہو کر دشمن کے واروں کا خوب ہی مقابلہ کیا۔ مگر بے سود۔ پہاڑی فوج اس پُرجوش حملہ کی تاب نہ لاسکی جمعیت منتشر ہوگئی۔ سپاہیوں میں اضطراب پھیل گیا۔ شکست و تباہی کے آثار نظر آنے لگے ارل آف ڈنبرٹن پرتھ شائر کے شریف النسب والنیٹروں کی جماعت لیکر ایک طرف ہٹ گیا کپتان کیمن کی نام نہاد آئرش فوج کے دوسری طرف دھوئیں بکھر گئے۔ اور اب اس قابل یاد فوج کو سکاٹش بہادروں کی مختصر جماعت فاتح دشمن کے رحم پر نظر آنے لگی۔

مگر سُننا! یہ آواز کیا تھی جو دو دفعاً عملہ نے سنائی دی! ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لارڈ ڈنڈی کی فوج کے عقب میں درہ کے دور افتادہ حصہ سے پہاڑی ساز کی چیختی ہوئی آواز آرہی ہے بتدریج یہ آواز بلند ہوتی گئی۔ اور اس کے قریب تر ہوتے جانے سے بین کے وجد آور سروں نے زیادہ پُرخروش صورت اختیار کی۔ اب صاف معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس آواز کے ساتھ فوجی ہتھیاروں کی جھنجھناہٹ گھوڑوں کے سموں کی کھڑکھڑاہٹ اور پیدل چلنے والوں کی چاپ بھی سنائی دے رہی ہے۔

"امداد قریب ہے!" لارڈ ڈنڈی نے دلی خوشی کے ساتھ گرجتی ہوئی آواز میں کہا۔ "بہادرو ہمت کرو۔ ہم بڑی آسانی سے دشمن کو پسپا کرسکیں گے۔"

دوسری طرف جنرل میکائے بھی معاملہ کی اہمیت سے غافل نہ تھا۔ وہ اپنی فوج سے مخاطب ہوکر کہہ رہا تھا۔ "آگے بڑھو۔ آگے بڑھو۔ شکست یاب دشمن کی حالت سے اس کے مددگاروں پر ثابت کردو کہ ان کی آمد بے سود ہے۔"

انگریزی فوج نے یہ سمجھ کر کہ اب فتح حاصل کرنے کے لئے صرف ایک زوردار کوشش کی ہی ضرورت ہے۔ بہادر پہاڑی فوج پر پورے جوش سے حملہ کیا۔ ڈنڈی کی سپاہ دشمن کے نرغہ میں آگئی۔ مگر ہر قسم کی مشکلات کے باوجود وہ لوگ جی توڑ کر لڑے۔ اس کے باوجود فریقین کا مقابلہ کوہ وکاہ کے مقابلہ کی حیثیت رکھتا تھا! انگریزی لشکر کی کمپنی پر کمپنی۔ دستہ پر دستہ

فوج پر فوج حملہ آور ہو رہی تھی۔ اور حالت ایسی یاس افزا ہوئی۔ کہ پہاڑی جنگجوؤں کا قتل عام کوئی
دم کی بات تھی۔ کہ وہ کمک جس کی آمد کی خبر اس کے ساز سے مل چکی تھی۔ درہ کے موڑ پر نمودار
ہوئی۔

گلنکو اور گلن فان کے پرجوش جنگی نعرے بلند کرتے ہوئے یہ لوگ دوڑ کر اس مقام پر پہنچ
گئے۔ جہاں معرکہ شدت سے جاری تھا۔ اس فوج کا افسر اعلیٰ راڈرک میکڈانلڈ تھا جو ایک خوشنما
گھوڑے پر سوار ۵۰ چیدہ سواروں کے درمیان آگے آگے چل رہا تھا۔ اور ان کے پیچھے سات
سو ایسے بہادر سپاہی پیدل آ رہے تھے۔ جو اپنے کمانیر کے اشارہ پر خون کو پانی کی طرح بہا دینے کے
لئے تیار تھے۔ آن واحد میں راڈرک نے میدان جنگ کا نقشہ دیکھ لیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اسے
محسوس ہوا کہ اگر میں ۱ منٹ بعد از وقت آتا۔ تو میرا آنا نہ آنا برابر تھا۔ اس نے فوراً حکم جاری
کیا۔ اور ساری فوج درہ سے کسی قدر بلندی پر گذر کر جہاں زمین اس قدر ہموار تھی کہ سواروں
کو کسی دقت کا سامنا نہیں ہو سکتا تھا۔ زور سے بہنے والی ندی کی طرح انگریزی سپاہ پر ٹوٹ
پڑی۔ اس حملہ کا اثر سب سے پہلے جنرل میکائے کے سواروں پر ہوا۔ جو گلنکو اور گلن فان کی
تازہ دم فوج کی تاب مقابلہ نہ لا کر منتشر ہو گئے۔ ڈنڈی کی جد و جہد کرتی ہوئی فوج کے جوانوں
نے جس وقت یہ کہا۔ "گلنکو والے آ گئے"! تو ان کی آواز انگریزی سپاہ کے کانوں میں ندائے
مرگ کی طرح خوفناک ثابت ہوئی۔ گھڑ چڑھی فوج میں اضطراب پھیل گیا۔ اور ہر شخص بے تحاشا
گھوڑا دوڑاتا پیچھے کی طرف بھاگ نکلا۔ اس کام سے فارغ ہو کر سر راڈرک نے جو اب تک اپنی
فوج کے آگے تھا۔ میکائے کی پیدل فوج پر حملہ کیا۔ سپاہیوں کی صف کو چیرتے ہوئے اس نے
اپنے بے خوف جوانوں کی مدد سے دشمن کی فوج کے دھوئیں بکھیر دیے۔ انگریزی سپاہ بے سدھ
ہو کر بھاگ نکلی۔ اور ڈنڈی کی مغلوب فوج کے اوسان بحال ہو گئے۔ اس وقت ارل آف
ڈنبرٹن نے اپنے والنٹیروں کی مدد سے انگریزی توپخانہ پر قبضہ کر لیا۔ اور میکائے پھر ایک
بار دشمن کو نیچا دکھانے کی ناکام کوشش کے بعد بھاگ جانے پر مجبور ہوا۔

لیکن عین اس وقت جب سکاٹش فوج ساکنان گلنکو و گلن فان کی غیبی امداد سے شکست
و تباہی سے محفوظ ہو کر اپنی کامیابی پر خوش ہو رہی تھی یعنی فتح کی انتہائی مسرت کے موقعہ پر اتفاقاً
ایک گولی وائسکونٹ ڈنڈی کو ایسی لگی کہ وہ فوراً ہی بے جان ہو کر گر پڑا۔ اس طرح اس قابل
یادگار دن کی کامیابی سکاٹ لینڈ کی پہاڑی قوم کے لئے بہت گراں ثابت ہوئی۔ انگریزی سپاہ

کے ۱۲۰۰ جوان مارے گئے۔ اور ۵۰۰ گرفتار ہوئے۔ باقی بے تحاشا بھاگ نکلے۔ راڈرک اگر چاہتا تو اپنی مظفر و منصور فوج کے تعاقب سے اس پسماندہ فوج کو بھی قتل کرا سکتا تھا۔ مگر اس رحم و فیاضی کے زیر اثر جو اس ناول کے بہادر کارو زاول سے شیوہ تھی۔ اس نے ان کو بچ کر نکلجانے دیا۔ اور خود فوج کو ساتھ لیکر اس خیال سے قلعہ بلیر کی طرف روانہ ہوا کہ ایسا نہ ہو دشمن پھر اپنی فوج جمع کر کے ادھر کا رخ کرے۔

باب ۔ ۴۷

سیاہ پوش

داستان کا سلسلہ جاری رکھنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان حالات کو بھی واضح کر دیا جائے جن میں راڈرک نے گلنکو اور گلن فان کی فوج کی سپہ سالاری منظور کی۔ جس وقت وائکونٹ ڈنڈی کا قاصد امداد کی استدعا کیلئے وادی گلنکو میں پہنچا۔ تو لارڈ میکڈانلڈ بیمار تھا۔ اور گو اس علالت میں بھی اس پہاڑی بہادر نے پلنگ سے اٹھ کر فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کی۔ تاہم نقاہت نے اس ارادہ سے باز رہنے پر مجبور کیا۔ لارڈ گلن فان تقاضائے عمر سے اس مہم کی سرکردگی اختیار نہ کر سکتا تھا۔ اور ایلن عدم پتہ تھا۔ فی الحقیقت قلعہ ایڈنبرگ کی تسخیر کے بعد اب تک اس کا پتہ ہی نہ تھا۔ کہ کہاں اور کس حال میں ہے۔ ان حالات میں سر راڈرک میکڈانلڈ نے مشترکہ فوجوں کی کمان اپنے ہاتھ میں لی۔ اور لارڈ ڈنڈی کی امداد کے لئے روانہ ہوا جس طرح اس نے عین وقت پہنچکر معرکہ کلی کرینکی کی صورت کو بالکل ہی بدل دیا۔ اس کا حال ناظرین اس سے پہلے باب میں پڑھ چکے ہیں۔ شجاعان گلنکو میں تھا رسٹین احمر بھی شامل تھا۔ اور اس نے اس موقعہ پر خوب داد شجاعت دی۔ ولیم فاکنر بھی حسب معمول اپنے آقا کے ساتھ رہا۔

قلعہ بلیر میں پہنچکر راڈرک نے ایک قاصد اپنے والد کی طرف روانہ کیا۔ اور اس کے ہاتھ لڑائی کا سارا حال کہلا بھیجا۔ اس سلسلہ میں بہادر ڈنڈی کی موت کی خبر بھی روانہ کی گئی۔ اسی روز قلعہ میں ایک جنگی کونسل کا اجلاس ہوا جس میں راڈرک۔ ارل آف ڈنبرٹن۔ کرنیل کینن اور کئی اور افسر جنہوں نے اس روز کے معرکہ میں حصہ لیا۔ شامل تھے۔ اور مارکوئس آف ہیجل

اور بعض دیگر پہاڑی رؤسا کو بھی اس تقریب پر مدعو کیا گیا تھا۔ اس مجلس میں اتفاق رائے سے فوج کی کمان سر راڈرک کے سپرد کی گئی۔ لیکن اس خیال سے کہ ان لوگوں کی جو سن و سال اور تجربہ میں اس کے بزرگ تھے۔ دل شکنی نہ ہو۔ ظاہر یہ کیا گیا کہ وہ اپنے والد کی جگہ کام کر رہا ہے۔ اور اس لحاظ سے اس کا تقرر معمر والئے گلنکو کی شفایابی اور آمد تک مشروط ہے۔ راڈرک نے اس اعلیٰ اور ذمہ داری کے عہدہ کو نامنظور کرنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن اوروں نے اس کے اعتراضات کے معقول جواب دے کر۔ اسے منظور کرنے پر مجبور کر دیا۔ اور چونکہ اس نے دیکھا کسی دوسرے افسر کو میرے اس تقرر پر کسی طرح کا اعتراض نہیں ہے۔ اس لئے راڈرک نے بھی تامل نہ کیا۔ قدرتی طور پر اس تقرر سے گلنکو اور گلن فان کی فوجوں کو بہت خوشی ہوئی۔ اور جن بہادروں نے اب تک لارڈ ڈنڈی کی ماتحتی میں نمایاں خدمات انجام دی تھیں انہوں نے اب اس نوجوان بہادر کو بخوشی اپنا افسر منظور کیا۔

سر راڈرک نے اس کا عہد مصمم کر لیا تھا۔ کہ جن لوگوں نے مجھے یہ عہدہ پیش کیا ہے ان پر ثابت کر دیا جائے۔ کہ میں ہر طرح اس کے اہل اور ان کے اعتماد کے قابل ہوں۔ ایک رات قلعہ بلیبر میں بسر کرنے کے بعد۔ دوسرے دن علی الصبح اس نے اپنی فوجوں کو اس خیال سے مرتب کیا کہ جنوب کی طرف کوچ کر کے نواحات ایڈنبرگ میں لڑائی کی جائے۔ تاکہ بصورت کامیابی مناسب موقعہ پر ایڈنبرگ پر تبضہ کیا جا سکے۔ فتح کلی کرینکی کی خبر اس سے پہلے جنگلی آگ کی طرح ملک کے ہر حصہ میں پھیل چکی تھی۔ اور بے شمار والنیٹر فتحمند لشکر میں بھرتی ہونے کے لئے آرہے تھے۔ اسی اثنا میں خبر ملی کہ میکائے کی منتشر فوج اطراف ڈنکلڈ میں جو قلعہ بلیر سے چند میل جنوب مشرق میں واقع تھا۔ بھاگ گئی ہے۔ چونکہ یہ مقام اسی راہ میں آتا تھا جو راڈرک نے اپنی فوج کے لئے تجویز کی تھی۔ اس لئے اس نے ارادہ کیا کہ سب سے پہلے ڈنکلڈ کا محاصرہ کیا جائے۔ چنانچہ وہ اپنی مظفر و منصور فوج کو ساتھ لے کر اس طرف روانہ ہوا۔ اس قدیم شہر تک پہنچتے پہنچتے اس کی فوج میں قریباً تین ہزار جوان ہو چکے تھے۔

قصبہ ڈنکلڈ ایک نشیب مقام پر ایسے طریق پر واقع ہے کہ اس کے چاروں طرف بلند پہاڑ ہیں۔ جن پر اس زمانہ میں دور تک جنگل پھیلا ہوا تھا۔ قریب ہی دریائے ٹے بہتا ہے جس پر اس زمانہ میں بھی جس کا حال ہم لکھ رہے ہیں ایک مضبوط پل بنا ہوا تھا۔ شہر کے پاس مارکوئیس آف ایتھول کا خوشنما دیہاتی مکان جنگلی درختوں کے سایہ میں واقع تھا۔

اسے راڈرک نے اپنا صدر مقام بنایا - جنرل میکائے کی فوج کے بارہ میں جو خبر اسے موصول ہوئی تھی - وہ صحیح ثابت ہوئی - واقعی اس نے اپنی بچی ہوئی فوج کے ساتھ اسی شہر میں پناہ لی تھی - اور اس جگہ سے اس نے اپنے قاصد کمک طلب کرنے کے لئے ایڈنبرگ روانہ کئے تھے سر راڈرک نے یہاں آتے ہی شہر کی حوالگی کا مطالبہ کیا - مگر جب انکار کیا گیا - تو اس نے شدید محاصرہ کی تیاریاں شروع کر دیں -

اس جگہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس ناول کے ہیرو راڈرک کے شجاعانہ کارناموں کی تفصیل کے ساتھ ساتھ ہی اس کے خیالات کا بھی کچھ حال بیان کیا جائے - جب ڈیوک آف گارڈن کے قتل کی خبر وادی گلنکو میں اس کے کانوں تک پہنچی تو اسے سخت افسوس ہوا - اگرچہ اس کے والدین اس فعل کو اس نفرت وخوف کی نظر سے نہیں دیکھتے تھے جو وہ خود اس بارہ میں محسوس کرتا تھا معمر والئے گلنکو اپنی تند مزاجی کی وجہ سے اس واقعہ کو ان افسوسناک مگر ضروری واقعات میں سے ایک سمجھتا تھا - جو اثنائے جنگ میں اکثر پیش آیا کرتے ہیں - اور لیڈی میکڈانلڈ کے خیالات اپنے شوہر کے خیالات کے اس قدر مطابق ہوتے تھے - کہ وہ ایسے معاملات میں کوئی جداگانہ رائے رکھتی ہی نہ تھی - مگر لیڈی ایلن ہمیشہ اور راڈرک کو اس واقعہ سے سخت رنج ہوا - وہ اس حقیقت کو بہرحال نظر انداز نہ کر سکتے تھے کہ جو کچھ ہوا وہ قتل کے ایک بے درد اور قابل نفرت واقعہ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا -

جس روز یہ سانحہ پیش آیا - اسی دن سے ایلین لاپتہ تھا - بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا - کہ وہ اس دنیا میں زندہ ہی نہیں ہے - اور اگرچہ قلعہ ایڈنبرگ کے مقتولوں میں اسکی لاش کہیں دستیاب نہ ہوئی تھی - تاہم اس کے متعلقین کے دلوں میں یہ خیال مضبوطی سے جاگزین ہو چکا تھا - کہ وہ اس لڑائی میں ہی مارا گیا ہے - بار بار راڈرک کو اس وجہ سے رنج ہوتا تھا کہ میرے بھائی کا نام ایک ایسے خونیں واقعہ سے منسوب ہوا - اور اس کے بعد یہ خیال بھی اس کے لئے کچھ کم تکلیف دہ نہ ہوتا تھا - کہ وہ اپنے بے شمار گناہوں کی توبہ کئے بغیر ہی مارا گیا -

لیکن اس کی افسردگی محض انہی وجوہ سے نہ تھی - وہ اس شخص کی حمایت ناپسند کرتا تھا جس کے حق میں اسے میدان میں آنا پڑا - ہرچند کہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر شاہ ولیم کے حامیوں نے سکاٹ لینڈ میں اسکی حکومت قائم کر دی - تو بریڈلبین اور کیمبل کے دشمن قبائل ساکنان گلنکو وقبیلہ گلن فان سے دیرینہ عداوت کا بدلہ نہایت خوفناک طریق پر لیں گے - تاہم ایسی حالت

پیش آنے پر وہ آخر الذکر کی بہادری دشمن پر غالب آتا اس سے بہتر سمجھتا تھا کہ شاہ جیمز کی طاقت بحال کر کے اس ذریعہ سے حفاظت کی صورت پیدا کرے۔ پس یہ امر واقعہ ہے کہ اس نے محض اپنے والد اور خسر کے اصرار پر۔ اور ان کی خوشنودیٔ مزاج کی خاطر۔ اس مہم میں شریک ہونا منظور کیا تھا۔ ورنہ بذاتہ اسے اس کام سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ پورے جوش و جوانمردی سے لڑتے ہوئے بھی وہ اس خیال کو دل سے خارج نہ کر سکتا تھا۔ کہ مجھے اس معاملہ سے جس کی حمایت کے لیے یہ سب کچھ ہو رہا ہے کسی طرح کی ہمدردی نہیں۔ پھر بھی کچھ تو والدین کی حکم پروری اور کچھ اپنی فرض گذاری کے لیے اس نے اس کام کو ترک کرنا مناسب نہ سمجھا۔ فرض گذاری اس لیے کہ اگر وہ پہاڑی فوجوں کو دشمن کے مقابلہ پر لے جانے سے انکار کرتا تو یقیناً اسے بزدل قرار دیا جاتا۔ لوگ اس کے سابقہ کارناموں کو بھول جاتے۔ اور گلنکو اور گلن فان قبائل کا ہر شخص اس سے نفرت کرنے لگتا۔ یہ ساری تفصیلات بیان کرتے ہوئے ہم ناظرین سے یہ امر ملحوظ خاطر رکھنے کی استدعا کرنے پر مجبور ہیں کہ جس زمانہ کا حال ہم ان سطور میں قلمبند کر رہے ہیں۔ وہ حالات حاضرہ سے بالکل مختلف تھا۔ اور کئی ایک باتیں مثلاً خاندانی روایات ملکی تعصبات۔ ذاتی مشکلات اور فطری شجاعانہ صفات راڈرک کو وہی طریق عمل اختیار کرنے پر مجبور کرتی تھیں جسے اس نے طوعاً و کرہاً اختیار کیا۔ علاوہ بریں اسے شاہ ولیم یا اس کے مقاصد سے کسی طرح کی ہمدردی نہ تھی۔ فی الحقیقت وہ جیمز اور ولیم دونوں سے کسی کی کوششوں سے قطعاً دلچسپی نہیں رکھتا تھا۔ لیکن اب جس وقت حالات سے مجبور ہو کر اسے آخر الذکر کے خلاف میدان میں اترنا پڑا۔ تو اس نے اس فرض کو جو اسکی ذات پر اعتماد کر کے اس کے سپرد کیا گیا تھا۔ بحسن و خوبی سرانجام دینا ضروری سمجھا۔

اس جگہ یہ بیان کرنا غیر ضروری ہوگا۔ کہ راڈرک کو اپنی موجودہ مصروفیتوں کی وجہ سے حسین و جمیل ایلین سے جدا ہو کر کتنا رنج و الم ہوا۔ ہر چند کہ اس وقت جب وہ اپنی بہادر فوج کو ساتھ لیکر وادی گلنکو سے روانہ ہوا تو اس نازنین نے رخصتی رومال بڑے فخر کے ساتھ اس کے گلے میں باندھا تھا۔ تاہم اس نے دیکھا کہ اس سرخ و سپید چہرہ پر آنسوؤں کے قطرے موتیوں کی لڑی کی طرح گر رہے تھے۔ ایک جانباز بہادر کی حیثیت میں وہ اس کی مداح ضرور تھی مگر ایک شوہر کی حیثیت میں اسے اس کے ساتھ جو گہری محبت تھی۔ اس کو چھپانا اس کے لیے عملی طور پر غیر ممکن تھا۔ خود راڈرک نے جس وقت رخصت ہوتے ہوئے ایلین کو گلے لگایا۔ تو گو

اس نے اپنے دل میں سمجھا کہ حالات کا تقاضا یہی ہے کہ میں رن کے حربوں میں حصہ لیکر مزید شہرت و نیکنامی حاصل کروں۔ تاہم اس کے لیئے اس نازنین سے رخصت ہونے کا عمل جو اس کی راحت قلب کا مرجع و مرکز تھی۔ سخت ہی دشوار تھا۔

اس قدر توضیح کے بعد ہم پھر ایک بار اصلی داستان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ سر راڈرک میکڈانلڈ نے ڈنکلڈ کا سخت محاصرہ کر لیا تھا۔ اس لیئے شہر کے ایک جانب دریائے ٹے کے ساحل پر بہت سی فوج ارل آف ڈنبرٹن کے ماتحت متعین کر دی اور دوسرے پہلو کی حفاظت کا کام کرنیل کیمن کے سپرد کیا۔ کہ اس طرف سے محصورین کو کشتیوں کے ذریعہ کسی طرح کی مدد نہ پہنچائی جائے۔ باقی فوج کو اس نے دریا کے دونو جانب مختلف مقامات پر مناسب طور سے تقسیم کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قلعہ کے استحکامات کے گرد مکمل محاصرہ کی صورت پیدا ہو گئی ان انتظامات کے پہلو بہ پہلو مدافعانہ تیاریاں مکمل کر کے راڈرک نے ایک قاصد جنرل میکائے کے پاس بھیجا۔ اور کہلا دیا کہ آپ باشندگان شہر کی حالت پر رحم کر کے انہیں فاقہ کشی و تباہی پر مجبور کرنے کی بجائے شہر کو ہمارے حوالہ کر دیں تو اچھا ہو۔ اس پیغام کا جواب انگریز جرنیل کی طرف نہایت گستاخانہ لہجہ میں دیا گیا جس کے بعد راڈرک کے لیئے اس کے سوا چارہ کار نہ تھا کہ وہ پوری شدت سے محاصرہ جاری رکھتا۔ ساتویں روز شہر پر چاروں طرف سے دھاوا بول دیا گیا۔ اور اس موقعہ پر راڈرک نے بذات خاص حملہ آور فوجوں کی رہبری کی۔ جنرل میکائے کے زیر کمان انگریزی فوج نے شہر کے اندر رہتے ہوئے خوب ہی داد شجاعت دی۔ دن بھر میدان کارزار گرم رہا اور آخر کار یہ خوفناک جدوجہد غروب آفتاب کے بعد ملتوی ہوئی۔ لیکن فائدہ بہرحال میں محاصرین کو حاصل ہوا۔ سکاٹ لینڈ کے توپخانہ نے فصیلوں میں جا بجا شگاف پیدا کر دیئے۔ اور مجموعی حالت سے راڈرک کو یقین ہو گیا۔ کہ ڈنکلڈ ۲۴ گھنٹوں کے اندر اندر یقیناً سر ہو جائے گا۔

جس روز کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ رات کے ایک بجے تھے اور راڈرک مارکوئیس آف ہنٹلی کے مکان پر تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ ہر چند کہ دن بھر کی مصروفیتوں کی وجہ سے وہ بہت تھکا ماندہ تھا پھر بھی خواب کی رغبت نہ تھی۔ کئی طرح کے رنجدہ اور مضطرب کن خیالات اس کے دل میں ہیجان پیدا کر رہے تھے۔ کبھی اسے اپنے بدنصیب بھائی کا خیال آتا جو اس کی دانست میں مر چکا تھا۔ کبھی حسین و جمیل ایلین کا جس کی تصویر ہر وقت اس کے پیش نظر رہتی تھی۔ کبھی وہ ان حالات پر غور کرتا جن سے مجبور ہو کر اسے موجودہ فرض اپنے اوپر لینا پڑا تھا۔ اور کبھی

یہ سوچتا کہ اس جنگ کا انجام کیا ہوگا۔ فتح و شکست کے امکانات مساوی طور پر اس کے پیش نظر ہوتے تھے اور وہ سوچتا تھا کہ دونو صورتوں میں اس کا مستقبل کیا ہوگا۔ اس میں شک نہیں کہ اسے تسخیر ونکلڈ کا کامل یقین تھا۔ پھر بھی معاملہ کے دوسرے پہلو کو نظر انداز کرنا عاقبت بینی سے بعید تھا۔ اس سلسلہ میں اسے خیال آتا کہ اگر ونکلڈ سر ہو گیا۔ تو پھر کیا مجھے اس امید پر دلیری سے ایڈنبرگ کی طرف بڑھتے جانا چاہیے۔ کہ اس جگہ کی آبادی کی مدد سے شہر پر قبضہ کیا جا سکے گا؟ رفتہ رفتہ یہ تجویز اس کو ہر طرح قابل عمل نظر آنے لگی۔ پاس ہی میز پر قلم دوات رکھی ہوئی تھی۔ اس خیال سے کہ کامیابی اور ناکامی کے دونو پہلوؤں کو اچھی طرح پیش نظر رکھا جا سکے۔ اس نے ایک پرزہ کاغذ پر ڈنکلڈ سے ایڈنبرگ تک راستہ کا پروگرام تیار کیا۔ سڑک بلاشبہ سیدھی نہ تھی۔ اس میں کئی موڑ آتے تھے۔ نہ صرف اس لئے کہ جغرافیائی سہولت کا تقاضا یہ تھا بلکہ اس لئے بھی کہ فوج کا ان شہروں اور قصبوں سے ہو کر گذرنا بہتر تھا جن سے مدد مل سکتی تھی۔ تاہم نقشہ جو اس نے تیار کیا مجموعی طور پر اطمینان بخش تھا۔ راڈرک اس کام میں اس قدر منہمک ہوا کہ سڑک کا خاکہ کھینچنے کے بعد اس نے کاغذ کے نچلے حصہ میں اپنی تجویز کی نسبت مختلف یادداشتیں بھی درج کرنی شروع کر دیں اور حاشیہ پر اپنی امیدوں اور ارادوں کا ذکر اس لئے کر دیا کہ ایسا نہ ہو کوئی بات جو اس وقت ذہن میں ہے پھر بھول جائے رفتہ رفتہ کئی نئے خیالات پیدا ہونے لگے۔ ایک تجویز کے سلسلہ میں دوسری نمودار ہوئی۔ اور وہ میز کے پاس بیٹھا ہوا ان سب کو کاغذ پر لکھتا گیا۔

اس مصروفیت میں راڈرک کو وقت گذرتا معلوم نہ ہوا۔ اور یہ بات قطعاً اس کے ذہن سے خارج ہو گئی کہ ڈنکلڈ پر طلوع آفتاب کے وقت حملہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس لئے مجھے اس موقعہ کے واسطے تیار رہنا چاہیے۔ آخر جب اس کام سے فارغ ہوا تو آرام کے لئے بہت کم وقت باقی رہ گیا تھا۔ دن بھر کی صعوبت کے بعد علی الصبح تازہ دم اٹھنے کے لئے وقت پر سونا ضروری تھا۔ مگر اب جو اس نے گھڑی نکال کر دیکھی۔ جسے اس نے اثنائے قیام لندن میں خریدا تھا۔ تو معلوم ہوا کہ آدھی رات ہو چکی ہے۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر وہ لباس اتارنے لگا تھا۔ کہ ایسا معلوم ہوا کوئی دروازہ کی دستی کو حرکت دے کر اندر آنا چاہتا ہے۔ کمرہ کے باہر برآمدہ میں اس کا خادم ولیم فاکنر سو رہا تھا جسے اس نے ۱۰ بجے کے قریب سونے کی اجازت دے دی تھی۔ مگر اس آہٹ سے خیال پیدا ہوا کہ وہ شاید اب تک سویا نہیں اور یہ معلوم کرنے آیا

ہے کہ راڈرک کو اس کی خدمات کی ضرورت تو نہیں۔ پس وہ لباس اُتارتے ہوئے رُک کر ولیم فاکز کے داخلہ کا منتظر ہوا جسے وہ اس وقت تک جاگتے رہنے کے لئے نرم لفظوں میں ملامت کرنا چاہتا تھا۔ مگر جس وقت دروازہ بتدریج کھُلا تو اس نے دیکھا کہ داخل ہونے والا ولیم فاکز نہیں بلکہ کوئی اور شخص۔ قد میں اس سے بہت لمبا ہے۔ اور اس نے سر سے پاؤں تک ایک سیاہ چادر لپیٹی ہوئی ہے جس میں اسکی صورت بالکل نظر نہیں آتی۔

کمرہ کے اندر میز پر مدھم سا لمپ جل رہا تھا۔ اور چونکہ کمرہ بہت فراخ تھا۔ اس لئے اس کی روشنی چاروں طرف پوری طرح نہ پہنچتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس کا وہ حصہ جہاں دروازہ بنا ہوا تھا نیم تاریکی کی حالت میں تھا۔ ایسے حالات میں آدھی رات کے وقت دفعتاً ایسی بھیانک صورت کا شب کی تاریکی سے نکلکر دروازہ پر نمودار ہونا راڈرک کے دل پر بھی جو بہت کم وہمی خیالات کا عادی تھا۔ ایک حد تک اثر پیدا کرنے کا موجب ہوا۔

لیکن یہ اثر ایک لمحہ سے زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہا۔ کیونکہ فوراً تلوار پر ہاتھ رکھ کر اور اسے نیام سے کسی قدر باہر نکالتے ہوئے اس نے کہا "تم خواہ کوئی ہو خبردار اس جگہ سے ایک قدم بھی آگے نہ رکھنا"

وہ تاریک صورت راڈرک کے الفاظ سے پہلے ہی دروازہ میں رُک گئی تھی۔ اس سیاہ چادر میں لپٹی ہوئی پُر اسرار صورت کو دیکھ کر بے اختیار دل میں خوف و ہراس پیدا ہوتا تھا۔ سایہ میں جہاں نمودار دکھڑا تھا۔ یہ معلوم کرنا دشوار تھا کہ اس سیاہ چادر کی اصلی حیثیت کیا ہے۔ کیا وہ کسی راہب کے لبادہ اور جھونپہ پر مشتمل ہے۔ یا معمولی چادر ہے یا تابوتی کفن۔ راڈرک کے الفاظ کے بعد تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ اس نے سانس روک کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ یہ شخص بھی سانس لیتا ہے یا نہیں۔ لیکن کوئی اس قسم کی آواز اس کے کان میں نہ پہنچی۔ فی الحقیقت اگر اس سیاہ چادر کے نیچے کوئی بے جان لاش یا فوق الفطرت روح پوشیدہ ہوتی۔ تو بھی کمرہ کی خاموشی اس سے زیادہ خوفناک اور زیادہ مکمل نہ ہوتی جیسی اب تھی۔

صرف راڈرک فوراً اس سیاہ پوش کے پاس نہیں گیا۔ کیونکہ اسے ڈر تھا کوئی اس ذریعہ سے فدا ہی کرنے نہ آیا ہو۔ اس میں شک نہیں کہ وہ بے خوف اور بہادر تھا۔ تاہم دوراندیشی کا تقاضا یہ نہ تھا کہ وہ سیدھا قاتل کے پاس جاکر اس کے خفیہ وار کا نشانہ بنے۔ دوسری طرف اس کی فطری دلیری اور احساس نخوت اس سے بھی مانع تھے۔ کہ وہ بے وجہ تلوار نکالے

اس کے قبضہ پر ہاتھ رکھنا ہی اس کے لئے کافی تھا۔ اس حالت میں ایک منٹ گذر گیا۔ سیاہ پوش صورت بدستور ۲۰ قدم کے فاصلہ پر دروازہ میں کھڑی رہی اور راڈرک اپنے مقام پر سکوت و سکون کی حالت میں قائم رہا۔ لیکن آخر کار یہ محسوس کر کے کہ ایسی مضحکہ خیز حالت کو بہت عرصہ جاری نہ رکھنا چاہیئے۔ اس نے صاف و ثابت آواز میں اس سے مخاطب ہو کر کہا "تم کوئی بھی ہو میں حکم دیتا ہوں اس بھیس کو اتار دو۔"

مگر نووارد نے اس کے جواب میں بھی کچھ نہ کہا۔ البتہ اس کی سیاہ چادر کے اندر کچھ سرسراہٹ سنائی دی۔ پھر دو ہاتھ۔ جو راڈرک کو سنگ مرمر کی طرح سفید نظر آئے چادر کے نیچے سے اس قسم کی آواز پیدا کرتے ہوئے نمودار ہوئے۔ جیسے موسم خزاں میں کسی درخت کی شاخ پر خشک پتے کھڑکھڑا رہے ہوں۔ راڈرک بدستور پورے غور سے اس صورت کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اور اب اس سیاہ چادر کی تہ کے دونوں طرف ہٹنے سے اس نے دیکھا کہ اس کے اندر کسی نے پہاڑی وضع کا لباس پہنا ہوا ہے۔ حیران تھا کہ اس کا مطلب کیا ہو سکتا ہے؟ اس کا بدن سر سے پاؤں تک کانپ گیا جب اس نے سوچا کہ عجب نہیں یہ دوسری دنیا سے آئی ہوئی کسی پہاڑی باشندہ کی روح ہو۔ مگر سوال یہ تھا کیا مردوں کی روحیں پھر اس دنیا میں نمودار ہوتی ہیں؟ کیا یہ صورت کسی ایسی ہی روح کی ہے جس کا اب اس دنیا سے کوئی علاقہ نہیں؟

رفتہ رفتہ بڑی آہستگی سے اس سیاہ پوش نے اپنی صورت ظاہر کرنے کا عمل جاری رکھا حتےٰ کہ آخر کار اس کا چہرہ بھی نمودار ہو گیا۔ چہرہ کی رنگت بھی ہاتھوں کی طرح لاش کی ایسی تھی مگر آہ!... یہ چہرہ تو راڈرک کے بڑے بھائی ایلن کا تھا! اس کی صورت دیکھ کر وہ گمان جو اس کے دل میں پیدا ہوا تھا۔ صحیح ثابت ہو گیا۔ بے شک یہ اس کا اپنا بھائی... یا غالباً اس بھائی کی روح تھی۔ اس لئے کہ شکل وصورت سے یہی معلوم ہوتا تھا۔ راڈرک اس نظارہ کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو گیا۔ جتنا زیادہ غور سے اس نے اس صورت کی طرف دیکھا۔ اسی قدر اس کے دل کو یقین ہو گیا۔ کہ یہ کوئی خاکی وجود نہیں بلکہ آتشی روح ہے۔ یہ اس دنیا کے رہنے والوں کی سی صورت نہیں بلکہ ایک روحانی سایہ ہے۔ جو کسی خاص مطلب کے لئے دنیا میں آیا ہے۔ اس کے باوجود وہ اسے دیکھ کر خوف زدہ نہیں ہوا۔

تھوڑی دیر اس کی طرف نظر غور سے دیکھتے رہنے کے بعد آخر کار اس نے اسی طرح دبی آواز میں جیسے انسان کسی مردہ کی موجودگی میں اختیار کیا کرتا ہے۔ کہا "بھائی کیا تم اب تک

زندہ ہے یا جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں وہ تنہا سایہ ہے جو دوسری دنیا سے اس میں نمودار ہوا ہے؟
اس سوال کا بھی اس پُر اسرار سیاہ پوش صورت نے کچھ جواب نہ دیا۔ نہ اس کے لبوں نے حرکت کی۔ خط و خال کی سختی بھی بدستور قائم رہی۔ بلکہ لیمپ کی مدھم روشنی میں وہ صورت۔ اگر ممکن ہو سکتا ہے تو پہلے سے زیادہ سنجیدہ نظر آنے لگی۔ لیکن اس کے بعد اس نے بتدریج بڑھتی آہستگی سے اپنا بازو اٹھا کر راڈرک کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ پھر اس سیاہ چادر کو جسے اپنا چہرہ نمودار کرتے وقت اس نے پیچھے ہٹا دیا تھا۔ بدستور بدن پر لپیٹتے ہوئے وہ پُر اسرار وجود پیچھے مڑا۔ اور کمرہ سے ایک طرف کو ہو لیا۔ راڈرک نے اس خاموش حکم کی۔ جو اس کے بھائی کی روح نے ہاتھ کے اشارہ سے دیا تھا۔ تعمیل کرنے میں ایک لمحہ کے لئے بھی تامل نہ کیا۔ یہ خیال پوری طرح اس کے دل میں جاگزین ہو چکا تھا کہ یہ میرے بھائی کی روح ہے۔ جو کوئی خاص اطلاع دینے یا کسی اہم معاملہ پر تنبیہ کرنے کے لئے نمودار ہوئی ہے۔ اور اسی خیال کے زیر اثر وہ اس کے اشارہ کی تعمیل سے ہرگز انکار نہ کر سکتا تھا۔ اس روح کے حکم کی تعمیل میں اس نے اتنا تامل بھی تو نہیں کیا کہ اپنی طرہ دار ٹوپی کو سر پر رکھ لیتا۔ ان رسمی باتوں کی اسے قطعاً پروا نہ تھی۔ پس وہ فوراً اس سیاہ پوش صورت کے پیچھے ہو لیا۔ جو بدستور ایک چادر میں لپٹی ہوئی آہستہ قدم سے اس طرح آگے آگے چل رہی تھی کہ نہ پاؤں کی چاپ اور نہ لباس کی سرسراہٹ سنائی دیتی تھی۔

چاند کی روشنی میں جو کھڑکی کی راہ سے ولیم فاکنر کے کمرہ میں داخل ہو رہی تھی۔ معلوم ہوا کہ خادم بے خبر سو رہا ہے۔ اس سے گذر کر وہ دونو۔ یعنی آگے آگے ایلین میکڈانلڈ کی روح اور اس کے پیچھے راڈرک۔ اس مقام پر پہنچے۔ جہاں سے زینہ اترتا تھا۔ یہاں بھی وہ پُر اسرار صورت راڈرک کے آگے رہی اور اسی طرح زینہ سے اتر کر دونو مکان کے عقبی حصہ میں پہنچے جہاں ایک تنگ روشن دان میں سے چاند کی روشنی برف کے ٹکڑوں کی طرح سرد۔ شفاف اور خوشنما۔ مکان کے اندر داخل ہو رہی تھی۔ عقبی دروازہ کے پاس پہنچکر اس پُر اسرار صورت نے اسے کھولا اور ایک مختصر عقبی صحن سے گذر کر پھاٹک کی راہ سے دونو ایک گھنے جنگل میں داخل ہوئے۔ چونکہ دشمن حدود شہر میں پوری طرح محصور تھا۔ اور اس کی طرف سے حملہ کا بعید تریں امکان بھی نہ تھا۔ اس لئے راڈرک نے مکان کے پچھلی طرف پہرہ دار متعین نہ کئے تھے۔ اور سامنے کی طرف بھی محض رسمی طریق پر چند آدمی مقرر کر دیئے گئے تھے۔ آدھی رات کے وقت

ہر طرف سناٹا تھا۔ کوئی شخص مکان کے باہر موجود نہ تھا۔ اور نہ کسی نے ان کو باہر نکلتے دیکھا
دن بھر کے تھکے ماندے لوگ آرام کی نیند۔ بے خبر سو رہے تھے۔ غرض ایسے حالات میں راڈرک
اور اس کا پراسرار رہبر مکان کے عقبی حصہ سے نکلکر جنگل کے گھنیرے درختوں میں داخل ہو گئے
ایک تنگ رستہ جنگل کے اندرونی حصہ کی طرف جاتا تھا۔ اس پر دونو آگے پیچھے چلتے
گئے۔ چھتنارے درختوں کے پتوں کے سایہ میں ہر طرف کامل تاریکی تھی۔ چاند یا ستاروں کی روشنی
بالکل نظر نہ آتی تھی۔ لیکن اس تاریکی میں اور زیادہ تاریک۔ اس سیاہی میں اور بھی سیاہ۔ وہ
پراسرار صورت تھی جس کے پیچھے راڈرک استقلال کے ساتھ بے خوف وہراس چل رہا تھا اس لئے
کہ گو طبیعت میں آنے والے انکشافات کی وجہ سے ایک عظیم ہیجان تھا۔ تاہم اس پراسرار صورت
کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جسے وہ دوسری دنیا کی روح سمجھتا تھا۔ راڈرک کے دل میں فکر و
تشویش کا شائبہ قطعاً موجود نہ تھا۔

اسی طرح آدھ گھنٹہ تک یہ دونو آگے پیچھے جنگل میں چلتے رہے۔ اور اس وقت دور فاصلہ
پر اس قسم کی جھلملاتی ہوئی روشنی نظر آئی جیسے تاریکی میں کوئی ستارہ چمک رہا ہو۔ اور آگے بڑھنے
سے یہ روشنی واضح اور نمایاں ہو گئی حتے کہ آخر کار جنگل ختم ہو گیا۔ اور معلوم ہوا کہ یہ چاند کی روشنی
تھی جو اس دشت پرخار کے سرے پر نظر آ رہی تھی۔ اب بھی وہ پراسرار صورت آگے آگے چلتی گئی
رات کے اندھیرے میں اس کے کپڑوں کی سرسراہٹ اور قدموں کی چاپ۔ درختوں کے پتوں کی
آوازوں سے ملکر ایک عجیب خوفناک سماں پیدا کر رہی تھی۔ اب ان کا رستہ بعض چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں
میں سے ہو کر گذرتا تھا۔ کبھی یہ دونو کسی پہاڑی پر چڑھ جاتے اور کبھی پھر دوسری طرف اتر جاتے
تھے۔ لیکن یہ اُتار چڑھاؤ کسی حالت میں بھی غیر معمولی ثابت نہ ہوا۔ چاند کی نکھری ہوئی روشنی
میں منظر نہایت خوشگوار تھا۔ اور اگر راڈرک اپنے خیالات میں منہمک نہ ہوتا تو ضرور اس سے
لطف حاصل کرتا۔ وہ پُراسرار وجود اب تک بدستور اس کے آگے چل رہا تھا۔ اور راڈرک
بھی بلاتامل اس کے ساتھ ساتھ چلتا گیا۔ اس وقت اس نے اندازہ کیا کہ ہمیں مکان سے چلے
ڈیڑھ اور جنگل سے نکلے ایک گھنٹہ گذر گیا۔ دفعتاً منظر زیادہ وحشت خیز ہو گیا۔ رستہ نے
ناہموار صورت اختیار کی اور سڑک کی بجائے ایک پگ ڈنڈی نظر آنے لگی۔ زمین ناہموار اور
سنگلاخ تھی۔ کئی بابندیاں اور وادیاں رستہ میں حائل ہوئیں اور اس اثنا میں چاند پوری
آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ اور آہستہ چلکر بہتے ہوئے پانی کی آواز سنائی دی۔ معلوم ہوا یہ کوئی

پہاڑی جھال تھی۔ اس سے بھی آگے چلکر وہ ایک ندی کے کنارہ سے گذرے جس کا پانی ایک گہری کھڈ کے نشیب و فراز حصوں سے سر ٹکراتا شور کرتا ہوا بہ رہا تھا۔

لیکن ان کا سفر اب بھی ختم نہ ہوا۔ وہ صورت بدستور آگے اور راڈرک اس کے پیچھے چلتا رہا۔ منظر بتدریج زیادہ ویرانی کی صورت اختیار کرنے لگا۔ رستہ بکھرا۔ ناہموار اور خطرناک تھا چند منٹ کے عرصہ میں ایک ایسی کھڈ جس کے برابر چمین اور ڈھلوان اب تک دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ نمودار ہوئی۔ اور اس پُراسرار صورت نے اس کے اندر کی طرف اُترنا شروع کیا۔ پہلے تھوڑے فاصلہ تک ڈھلوان زیادہ خطرناک نہ تھی۔ مگر آگے چلکر بالکل عمودی ہو گئی۔ اس وقت اس صورت نے کھڈ کے پہلو میں بنی ہوئی دیوار کوہ کے ساتھ چلنا شروع کیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ رستہ ایک ایسی چٹان کے اوپر ہو کر گذرتا ہے۔ جو آگے کی طرف بڑھی ہوئی تھی۔ اور آگے چلکر معلوم ہوا کہ یہ چٹان بھی عمودی طریق پر نیچے کی طرف جھکی ہوئی ہے۔ اور اب اس پُراسرار صورت نے راڈرک کو ساتھ لیئے ہوئے ایک ایسے خوفناک رستہ پر چلنا شروع کیا۔ جس کا آخری حصہ کامل تاریکی میں پوشیدہ تھا۔ مگر کھڈ کی تہ میں بہنے والی ندی کی ہولناک گرج صاف طور پر سنائی دیتی تھی۔

عین اس وقت چاند ایک بادل کے پیچھے چھپ گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ پُراسرار صورت بھی کھسری ہو گئی۔

باب ۔ ۷۵

تلاش

جب دن نکلا تو ولیم فاکنر نے چارپائی سے اٹھ کر کپڑے پہنے اور آقا کے کمرے کی طرف چلا۔ اس وقت تک مکان کے رہنے والے اور لوگ بھی یعنی مارکوئیس آف ایتھول۔ لارڈ ڈنبرٹن۔ کرنیل کیمن اور ان کے خادم بیدار ہو چکے تھے۔ کیونکہ سر راڈرک نے ڈنکلڈ پر علی الصبح دھاوا کرنے کا حکم دے رکھا تھا۔ ولیم فاکنر اور راڈرک کے کمروں کا درمیانی دروازہ عموماً کسی قدر کھلا رہتا تھا اور چونکہ آخرالذکر کی خوابگاہ سے کسی طرح کی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ اس لیئے خادم نے یہی سمجھا کہ آقا اب تک سو رہے ہیں۔ پس وہ بڑی احتیاط سے دبے پاؤں چلتا راڈرک کے کمرہ میں داخل

ہوا۔ کہ ایسا نہ ہو وہ کچی نیند جاگ اٹھیں۔ مگر جب اس نے کمرہ میں قدم رکھا تو معلوم ہوا کہ پلنگ خالی ہے اور راڈرک وہاں موجود نہیں۔

اس سے ولیم کو پریشانی نہیں ہوئی۔ کیونکہ اس نے قدرتی طور پر یہ سمجھا کہ وہ مجھ سے پہلے بیدار ہو کر حملہ کا انتظام کرنے چلے گئے ہیں۔ پس وہ مطمئن ہو کر کمرہ سے باہر نکلنے کو تھا کہ ناگاہ اس نے دیکھا وہ پلنگ جس پر سر راڈرک رات کو سویا کرتا تھا۔ اس طرح بچھا ہوا ہے کہ کپڑوں پر سلوٹ تک موجود نہیں۔ جس سے صاف ظاہر تھا کہ اس کا آقا رات کو اس پر سویا ہی نہیں اس سے بھی فاکنر کو کسی طرح کی بے چینی نہ ہوئی۔ کیونکہ اس نے خیال کیا آقا رات کو بے حد مصروف رہے۔ اور انہیں سونے تک کی مہلت نہیں ملی۔ پس وہ پھر ایک بار کمرہ سے رخصت ہوا چاہتا تھا کہ اب ایک اور چیز ایسی نظر آئی جس نے اس کو فی الحقیقت مضطرب کر دیا۔ میز پر راڈرک کی ٹوپی اور طرہ موجود تھا۔ اور وہیں اس کے چرمی دستانے اور پستول رکھے ہوئے تھے۔ جس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ جنگ کی تیاری میں حصہ لینے نہیں گیا۔ سوال یہ تھا کہ اگر وہ باہر نہیں گیا اور کمرہ میں بھی موجود نہیں۔ تو پھر آخر کہاں ہے؟

سخت کشمکش و پیچ کی حالت میں ولیم فاکنر اس کمرہ میں داخل ہوا جہاں صبح کا دستر خوان بچھایا جاتا تھا۔ معلوم ہوا کہ لارڈ ڈنبرٹن اور کرنیل کینن فوج کی کمان ہاتھ میں لینے کے لئے رخصت ہو چکے ہیں۔ لیکن مارکوئیس آف ایتھول اور بعض اور ماتحت افسر ابھی تک وہیں تھے فاکنر نے ان میں سے ہر ایک کے چہرہ کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ مگر راڈرک ان میں کہیں نظر نہ آیا بالآخر مجبور ہو کر اس نے لارڈ ایتھول سے دریافت کیا کہ کیا سر راڈرک میکڈانلڈ اب تک اس کمرہ میں تشریف نہیں لائے؟

”نہیں۔ بلکہ ہمیں ان کا سخت انتظار ہے۔“ امیر موصوف نے جواب دیا۔ ”حیرت ہے کہ وہ اب تک کیوں نہیں آئے۔“

اس پر فاکنر نے بیان کیا کہ وہ اپنے کمرہ میں بھی نہیں ہیں۔ اور پلنگ پوش کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے وہ رات اس پر سوئے بھی نہیں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے کہا۔ کہ ان کی ٹوپی اور باقی سامان چونکہ کمرہ میں موجود ہے اس لئے یقین ہے کہ وہ کہیں فاصلہ پر نہیں گئے ہوں گے اسی وقت جا بجا دریافت شروع ہوئی۔ مگر ہر شخص نے یہی جواب دیا کہ کل شام کے بعد ہم نے انہیں نہیں دیکھا۔ اس سے پہلے تعجب۔ پھر اضطراب اور آخر کار پریشانی پیدا ہوئی۔ فاکنر

کے دل میں کسی طرح کے خیالات اُٹھ رہے تھے۔ آخر مارکوئیس آف ایتھول۔ ولیم فاکنر اور تھارسٹین احمریہ تینوں سر راڈرک کے کمرہ میں گئے۔ اور وہاں دیکھا کہ جیسا خادم نے بیان کیا تھا۔ راڈرک کا سب سامان بدستور رکھا ہوا ہے۔ چراغ جل کر بجھ چکا تھا۔ اور جب نوکر نے اس میں تیل ڈالا تھا اس نے بیان کیا کہ تیل اتنا تھا کہ آدھی رات کے بعد بھی جلتا رہا ہوگا۔ وہ کاغذ جس پر حملہ کا نقشہ تیار کیا گیا۔ اور ضمنی یادداشتیں درج تھیں اب تک میز پر پڑا تھا۔ مارکوئیس آف ایتھول اور اس کے ساتھیوں نے اسے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ راڈرک بہت دیر تک آئندہ مہم کے مختلف پہلوؤں پر غور و فکر کرتا رہا ہے۔ پس اگر کسی کے دل میں ایک لمحہ کے لئے یہ شبہ پیدا بھی ہوا کہ اس نے دفعتاً کسی خاص ارادہ کے زیر اثر اس مہم سے دست برداری اختیار کر لی ہے۔ جس کی سرکردگی اسے حاصل تھی۔ تو یہ کاغذ اس بارہ میں ہر قسم کے شکوک رفع کرنے کو کافی تھا۔

لیکن اب سوال یہ پیدا ہوا کہ آخر شاہ پسند فوج کا جرنیل۔ سر راڈرک میکڈانلڈ کہاں ہے؟ ولیم فاکنر نے آنکھوں میں آنسو بھر کر۔ رنج سے بھرائی ہوئی آواز میں بیان کیا کہ ضرور کسی نے ان سے دغا کی ہے۔ اس پر تھارسٹین نے اپنی بھاری تلوار کو بقدر نصف نیام سے کھینچکر وحشیانہ غصہ سے دانت پیستے ہوئے کہا کہ اگر واقعی کسی دشمن نے سر راڈرک سے غداری کی ہے تو خواہ کچھ ہو میں ضرور اس شخص کا پتہ معلوم کر کے اس سے نہایت خوفناک انتقام لوں گا۔ مارکوئیس آف ایتھول کے سوالات پر ولیم فاکنر نے بیان کیا کہ رات میں جس وقت سویا۔ اس وقت سے لیکر۔ صبح طلوع آفتاب تک۔ جب سورج کی کرنیں کھڑکی کے اندر داخل ہو رہی تھیں میں بالکل بےخبر سوتا رہا اور کوئی ایسا غیر معمولی واقعہ پیش نہیں آیا جس سے بیدار ہو جاتا۔ اس کے جوابات اتنے مختصر تھے کہ راڈرک کی پُر اسرار گمشدگی کے معاملہ پر ان سے کچھ بھی روشنی نہ پڑ سکتی تھی۔

ہر شخص سوچتا تھا کہ اب کیا کرنا چاہیے؟ مارکوئیس نے فوراً محسوس کیا کہ اگر شاہ پسند فوج کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ اس کا جرنیل عدم پتہ ہو گیا ہے۔ تو عجب نہیں سپاہیوں میں اضطراب پیدا ہو جائے جس کا نتیجہ خطرناک ثابت ہونا یقینی تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی راڈرک کی عدم حاضری کے متعلق کوئی عذر پیش کرنا بھی ضروری تھا۔ اور ڈنڈلڈ پر دھاوا بولنے کے بغیر چارہ کار نہ تھا۔ آخر یہ صلاح قرار پائی کہ دو افسر لارڈ ڈنبرٹن اور جرنیل کینن کے پاس بھیجے جائیں۔ اور وہ اس فاررازداری کے ساتھ کہ غیر کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ اس پُراسرار واقعہ کی ان کو اطلاع دیں

اوسان سے عرض کر دیں کہ آپ اس بارہ میں اپنے سپاہیوں کے روبرو جو عذر مناسب سمجھیں پیش کریں۔ فوج کے باقی حصہ کو یہ خبر پہنچانے کا فرض مارکوئیس آف ایمقول نے خود اپنے اوپر لیا۔

ان انتظامات سے فارغ ہو کر۔ تھارسٹین اور ولیم فاکنر دو افسروں کے ساتھ جو راڈرک کے ایڈیسی کانگ کی سی حیثیت رکھتے تھے۔ گم شدہ جرنیل کی تلاش میں نکلے۔ سب سے پہلے انہوں نے مکان کے دروازوں اور کھڑکیوں کو غور سے دیکھا کہ معلوم ہو جائے ان میں سے کس کی راہ سے کوئی شخص اندر داخل ہوا۔ اس جستجو کے دوران میں انہیں مکان کے ایک نوکر کی زبانی جو صبح سب سے پہلے بیدار ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ وہ دروازہ جو عقبی زینہ سے ملا ہوا ہے کسی قدر کھلا ہوا تھا اس سراغ کی بنا پر انہوں نے عقبی صحن کا بغور معائنہ کیا۔ اس کے بعض حصوں میں جہاں مٹی قدرے نرم تھی۔ نقش پا نظر آئے۔ یہ نشانات دروازہ سے گذر کر جنگل کے اندر جاتے تھے۔ اور ان کے ساتھ ساتھ چلتے یہ لوگ اس مقام تک پہنچ گئے۔ جہاں پر جنگل ختم ہوتا تھا۔ مگر اس کے آگے یہ نشانات بھی غائب تھے جس کی وجہ یہ ہی سمجھی جا سکتی ہے۔ کہ اس حصہ میں زمین نسبتاً سخت تھی۔

اس کے باوجود یہ جماعت آگے کی طرف بڑھتی گئی۔ اور تھوڑی دیر میں ایک ایسے مقام پر پہنچی جہاں زمین پھر نرم تھی۔ اور اس پر نقش پا صاف نمودار تھے۔ جب ان کا معائنہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ کم از کم دو آدمی اس راہ پر چلتے رہے ہیں۔ کیونکہ بعض نشانات دوسروں کی نسبت بڑے تھے۔ لیکن بڑے تجسس کے باوجود اس قسم کی کوئی علامت نظر نہ آئی جس سے معلوم ہوتا کہ وہ دونوں میں کسی قسم کی جدوجہد ہوئی۔ یا ایک دوسرے کو گھسیٹتا ہوا لے گیا۔ اس صورت میں پاؤں کے نشانات ضرور بگڑے ہوئے یا پھیلے ہوئے ہوتے۔ مگر وہ بالکل صاف اور واضح تھے۔ پس اب اس جماعت کے آدمیوں کے دل میں دو سوالات نے ہیجان پیدا کرنا شروع کیا۔ یعنی یہ کہ اگر نشانات واقعی راڈرک کے ہیں تو کیا کوئی شخص اسے سخت دھوکا دے کر اپنے ساتھ لے گیا ہے یا اس نے قصداً اس کام سے پہلو تہی کر کے عدم پتہ ہو گیا ہے جس میں کامیابی کا امکان بہر صورت مشکوک تھا۔ بہر حال انہوں نے تلاش کو آخر تک جاری رکھنے کا فیصلہ کر رکھا تھا۔ کم از کم اس وقت تک کہ نقش پا کا سلسلہ جاری رہے۔

جنگل سے گذر کر کچھ فاصلہ طے کرنے پر یہ نشانات پھر صاف طور پر نظر آنے لگے۔ اور انہوں نے دیکھا کہ نشانات دو ہی شخصوں کے پاؤں کے ہیں۔ لیکن یہ لوگ اور آگے بڑھتے

کبھی ان کا سراغ صاف اور واضح ہوتا تھا۔ اور کبھی ان کو ادھر ادھر منتشر ہو کر اسے تلاش کرنا پڑتا
تھا۔ لیکن بہر صورت پاؤں کے نشانات برابر نظر آتے رہے۔ سنگلاخ پہاڑی رستوں سے گزر کر
وہ ان وحشت خیز مقامات تک پہنچ گئے۔ جہاں آبشار غیر معمولی بلندی سے نیچے گر کر شور پیدا
کرتے تھے۔ اور عمیق کھڈوں کی تہ میں پہاڑی ندیوں کا پانی کھولتا ہوا گزرتا تھا۔ کسی جگہ جہاں زمین
زیادہ نمناک ہوتی پاؤں کے نشانات واضح صورت اختیار کر لیتے تھے۔ لیکن وہ صاف ہوں یا پھیلے
ہوئے۔ ان کی صورت ہر حال میں ایک سی تھی۔ جس سے انہیں یقین ہو گیا۔ کہ ہم صحیح راہ پہ چل رہے ہیں
چلتے چلتے وہ ایک ایسے مقام پہ پہنچے جہاں ایک طرف دیوار کوہ غیر معمولی بلندی تک
اٹھی ہوئی اور دوسری جانب ایک گہری کھڈ واقع تھی۔ آگے بڑھے تو رستہ ڈھلوان ہو گیا لیکن
کہیں کہیں پاؤں کے نشان نظر آتے رہنے سے انہیں اس کا یقین تھا کہ ہم اب بھی صحیح راہ پہ
چل رہے ہیں۔ تھوڑی دور آگے چلکر رستہ اوپر کو اٹھا ہوا نظر آیا۔ جہاں سے پہاڑ کی بلندی
اور زیادہ رفیع اور کھڈ کی گہرائی زیادہ عمیق معلوم ہوتی تھی۔ اور آخر الذکر کی تہ میں ایک خوفناک
تیز رو پہاڑی ندی۔ گرجتی۔ شور کرتی اور کھولتی ہوئی درختوں کی سبز محراب کے نیچے سے بہہ رہی
تھی۔ اس جگہ سے یہ لوگ اور آگے بڑھے۔ تو رستہ نہایت تنگ اور خطرناک تھا۔ مگر وہ احتیاط
سے قدم بڑھاتے چلتے گئے حتے کہ ایک ایسے مقام پہ پہنچے جہاں قدموں کے نشان سیدھے ادھر ادھر
ہونے کی بجائے۔ جیسے کہ اب تک تھے۔ اس طرح ملے جلے ہوئے تھے۔ کہ پہاڑی باشندوں کی
تیز آنکھ نے فوراً پہچان لیا۔ ضرور اس مقام پہ کوئی زوردار کد و جہد ہوئی ہے۔

تھارسٹین نے ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل زمین پہ جھک کر ڈھلوان رستہ کے کنارہ کو
نظر غور سے دیکھا۔ باقی آدمی خصوصاً ولیم فاکنر بھی اس تحقیقات میں اس کا شریک تھا۔ تھوڑی
دیر بعد تھارسٹین نے بیان کیا۔ کہ رستہ کے ایک جانب کی مٹی گری ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ پھر وہ
چھاتی کے بل زمین پہ لیٹ کر اس اتھاہ گہرائی میں جو اس جگہ واقع تھی دیکھنے لگا۔ اور پوری توجہ سے
دیکھ کر کہنے لگا۔ ضرور یہاں کوئی خوفناک واردات ہوئی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی چیز۔ جو
عجب نہیں کہ جسم انسانی ہی ہو۔ اس جگہ سے نیچے گرائی گئی ہے۔ کیونکہ اس جگہ کے قریب اُگے
ہوئے پودے اور بیلیں ٹوٹی ہوئی تھیں۔

جب تھارسٹین یہ کہہ رہا تھا تو اس کے چہرہ پہ حزن و ملال کے آثار نمودار تھے۔
اور آنسوؤں کے بڑے بڑے قطرے دفاعہ ولیم فاکنر کے رخساروں پہ بہہ رہے تھے۔ ان کے

ساتھ جو دو افسر تھے۔ وہ بھی اس نظارہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ کیونکہ اب ان چاروں میں سے ہر شخص کو کامل یقین ہو گیا کہ سر راڈرک ہیگڈ انلڈ کی گم شدگی کے راز کا حل ضرور خوفناک اور مہلک ثابت ہو گا۔ لیکن یہ وقت بے سود اظہار الم کا نہ تھا۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ کھڈ کی گہرائی میں اُتر کر وہاں تحقیقات کی جائے۔ سخت اضطراب و پریشانی کی حالت میں اس مقام سے واپس ہو کر۔ امید و بیم کا منتزکہ احساس دل میں لئے ہوئے۔ اس شخص سے جس نے راڈرک سے غداری کی تھی۔ خوفناک انتقام لینے کا عہد اور معاملہ کی پُر اسرار نوعیت پر اظہار تعجب کرتے ہوئے یہ لوگ پھر اسی تنگ رستہ پر پیچھے ہٹے۔ اور اس مقام پر پہنچے جہاں سے ایک پگ ڈنڈی کھڈ کے اندرونی حصہ کی طرف جاتی تھی۔ ہر قسم کے خوف و ہراس کو دل سے نکال کر یہ لوگ اس پر سے گذرنے لگے۔ رستہ کے دونو طرف جابجا خوفناک غار تھے۔ ان سے بچنے کے لئے درختوں کی جڑوں اور خودرو پودوں کا سہارا لیتے وہ کھڈ کے اندر اُتر گئے۔ کہیں پر انہیں کسی عمودی گہرائی میں جانا پڑتا تھا۔ اور کہیں وہ کسی پایاب ندی کے سرد پانی سے گذرنے پر مجبور ہوتے تھے۔ لیکن ہر قسم کی مشکلات پر غالب آتے طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کرتے۔ وہ پورے استقلال کے ساتھ آگے بڑھتے چلے گئے۔ کئی طرح کی صعوبتوں کے بعد وہ آخر کار کھڈ کے اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ اس جگہ جہاں ایک تیز رو ندی جھاگ اُڑاتی۔ پتھروں سے سر ٹکراتی اور شور کرتی ہوئی بہ رہی تھی۔ درختوں کی شاخوں نے اس پر سائبان بنا رکھا تھا۔ اور دونو جانب دیوار کوہ عموداً نامعلوم بلندی تک اُٹھی ہوئی تھی۔ ندی کے پاس جا کر یہ لوگ اس کنارے پر رک گئے۔ جدہر وہ تنگ رستہ واقع تھا جس پر انہیں جدوجہد کی علامات نظر آئی تھیں۔ اور اس مقام کے عین نیچے پہنچ کر جہاں ان کے خیال میں راڈرک کا نامعلوم دشمن سے مقابلہ ہوا تھا۔ مکمل تحقیقات کی غرض سے چاروں طرف پھیل گئے۔ وہ تنگ رستہ جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ کھڈ سے قریباً ۲۰ گز اونچا تھا۔ اور اس فاصلہ میں بے شمار جھاڑیاں۔ لمبی سیاہ گھاس اور اس قسم کے چھوٹے درخت جو ایسے مقامات سے مخصوص ہوتے ہیں اُگے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان انہیں دیکھ بھال کرنی تھی۔

سب سے پہلے تھارسٹین نے معلوم کیا کہ کوئی بھاری چیز یا انسانی جسم بالائی رستہ کے سرے سے روئیدگی کے اندر ہوتا ہوا نیچے گرا ہے۔ پس اس جماعت کی تحقیقات زیادہ تر کھڈ کے اس حصہ میں ہی جاری رہی جو بالائی تنگ رستہ کے عین نیچے تھا۔ دفعتاً تھارسٹین کے منہ سے چیخ نکلی

جیسے سن کر ولیم فاکنر اور باقی دو افسروں نے جو ادھر ادھر پھر رہے تھے اس کی طرف دیکھا۔ معلوم ہوا کہ اس نے ایک چٹان کے پیچھے سے کسی انسانی صورت کو دونو ہاتھوں کا سہارا دے کر اٹھایا ہے یہ حالت دیکھ کر تینوں آدمی خوف زدہ ہرنوں کی طرح بھاگتے ہوئے اس مقام کی طرف گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جسم ان کے آقائے نامدار سر راڈرک میکڈانلڈ کا ہے!

قدرتی طور پر سب سے پہلا احساس انہیں یہی ہوا کہ شرارہ ہستی اس نوجوان بہادر کے جسم خاکی سے جدا ہو چکا ہے۔ اس کا چہرہ لاش کی طرح زرد اور آنکھیں بند تھیں۔ مگر جسم پر نہ کسی چوٹ اور نہ زخم کا نشان نظر آتا تھا۔ تھارسٹین بہت دیر تک المناک نظروں سے اس خوشنما چہرہ کی طرف دیکھتا رہا۔ اور فاکنر نے اس بے جان صورت سے لپٹ کر آہ و زاری شروع کر دی دونو افسر بھی سخت پریشان تھے۔ مگر دفعتاً تھارسٹین کے منہ سے ایک اور چیخ نکلی۔ اور اس نے چلا کر کہا۔" زندہ ہے! خدا کا شکر کرو کہ ہمارا عزیز آقا زندہ ہے۔ اس کے لب حرکت کر رہے ہیں!"

ولیم فاکنر نے فوراً آنسو پونچھے۔ اور راڈرک کے زرد چہرہ کو غور سے دیکھنا شروع کیا۔ کچھ شک نہیں کہ تھارسٹین کا اندازہ غلط نہ تھا۔ راڈرک کے لب متحرک تھے۔ پپوٹے بھی ہلتے معلوم ہوتے تھے۔ صاف ظاہر تھا کہ روح اور جسم کا تعلق ابھی منقطع نہیں ہوا۔

چاروں نے ملکر راڈرک کو اٹھالیا۔ پھر وہ اسے ایک زیادہ آرام دہ مقام پر لے گئے اور اپنی وردیاں سبز گھاس پر بچھا کر اسے ان پر لٹایا۔ ندی کے سرد پانی میں رومال تر کر کے اس کی پیشانی پر پھیرے۔ کنپٹیوں کو دھویا۔ اور چہرہ پر سرد پانی کے چھینٹے دیے۔ غرض ایسے موقعہ پر کسی شخص کو ہوش میں لانے کے لئے جو کارروائی ضروری سمجھی جاتی ہے عمل میں لائی گئی۔ ان کی کوششیں بے نتیجہ نہ رہیں۔ کیونکہ اب راڈرک کے جسم نے اور نمایاں حرکت کی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ مگر نگاہ میں اب تک خلا کا اثر پایا جاتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اسے کچھ خبر نہیں ہے کہ کہاں ہوں اور یہ لوگ جو مجھ پر جھکے کھڑے ہیں کون ہیں۔ بہر حال اس کے سانس لینے اور آنکھیں کھول دینے سے حاضرین کو اطمینان ہوا۔ اور ان کی مایوسی امید سے بدل گئی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد راڈرک نے ایک گہری لمبی سانس لی۔ اور جسم میں تشنجی حرکت پیدا ہوئی۔ نوکروں نے اس کے ہاتھ ملے اور کنپٹیوں کو سہلایا۔ تھوڑی تیز شراب بھی اس کے منہ میں داخل کی۔ کیونکہ یہ امر واقعہ ہے کہ سکاٹ لینڈ کے بہادر جنگجو کسی حال میں شراب کی بوتل اپنے جسم سے علیحدہ کرنا منظور نہیں کرتے

اور اس موقعہ پر اس ہنسنے کا مزید وضاحت بیان نہیں۔

راڈرک کو ہوش میں لانے کی کوشش کرتے ہوئے آدھ گھنٹہ گذر گیا۔ اور گو وہ اب تک بے ہوش تھا۔ تاہم اس کی بحالی سے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ جہاں تک تھارسٹین اور اس کے ساتھیوں نے اندازہ کیا اس کے اعضا صحیح و سالم تھے۔ اور دل و دماغ پر بھی کوئی چوٹ معلوم نہ ہوتی تھی۔ آدھ گھنٹہ گذر جانے پر انہوں نے فیصلہ کیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو اسے بلا توقف ہارکوئیس آف ایجھول کے مکان پر لے چلنا چاہیئے۔ پس چاروں نے ملکر اسے اٹھا لیا۔ اور بڑی احتیاط کے ساتھ کھڈ سے باہر لائے۔ کام بہت دشوار اور خطرناک تھا۔ لیکن انہوں نے جوں توں کر کے اسے پورا کیا۔ ان کے لیئے حوصلہ افزائی کا سبب خاص یہ تھا۔ کہ راڈرک کی حالت پہلے سے بہت اچھی نہ سہی۔ بہر حال روبہ اصلاح تھی۔ کوئی مراجعانہ اثر نمودار نہیں ہوا تھا۔ اور بدن رفتہ رفتہ۔ اصلی حرارت حاصل کر رہا تھا۔ ایک بار کھڈ سے نکل آنے کے بعد انہوں نے رستہ کو زیادہ آسانی سے طے کرنا شروع کیا۔ لیکن بہت دور نہیں جانے پائے تھے کہ بہت سے لوگوں کی آوازیں اور ہتھیاروں کی جھنجھناہٹ سنائی دی۔ یہ آوازیں اس ٹیکرہ کے دوسری جانب سے آ رہی تھیں۔ جس کے دامن میں وہ اس وقت چل رہے تھے۔ حیران تھے کہ وہ کیا معنی رکھتی ہیں؟ کیا جنگ کا مرکز جو ڈنکالڈ کی فصیل کے نیچے یہاں سے ۳ میل کے فاصلہ پر ہونا تھا۔ اس جگہ منتقل ہو گیا؟ ہر ایک کے دل میں خوف و ہراس تھا مگر کسی میں اس کے اظہار کی جرات نہ تھی۔ اگرچہ چہروں کی افسردگی سے اس کا اندازہ کرنا مشکل نہ تھا۔ کہ سب کے دل میں ایک ہی اندیشہ جاگزین ہے اور وہ اس بات کا کہ کہیں ایسا تو نہیں ہوا کہ ہماری فوج زک کھا کر بھاگ نکلی ہے؟

لیکن اس معاملہ میں انہیں بہت دیر تک شبہ کی حالت میں نہیں رہنا پڑا۔ جلدی ہی بادشاہ کے دوسری جانب انہیں ہماری فوج کے بہت سے جوان منتشر حالت میں ڈنکالڈ سے پیچھے ہٹتے نظر آئے۔ یہ گلنکو اور گلن فان قبیلوں کے جوان تھے۔ اور یہ بات ان کی وردیوں سے ظاہر تھی۔ انہیں دیکھ کر تھارسٹین نے گرجتی ہوئی آواز سے کہا۔ "ٹھیر جاؤ میرے دوستو۔ میرے ہموطنو ٹھیر جاؤ! تمہارا سردار واپس آ گیا۔"

ان لفظوں میں نامعلوم کون سا خاص اثر تھا۔ کہ مفروروں کی جماعت ایک دم کھڑی ہو گئی۔ راڈرک کو چار شخصوں کے کندھوں پر دیکھ کر ہر ایک کے چہرہ سے خوف و پریشانی کا اظہار ہوا۔ لیکن جلدی ہی وہ سب دوڑ کر تھارسٹین۔ فاگس اور باقی دو افسروں کے گرد جمع ہو گئے۔ اور انہوں

نے راڈرک کو آہستہ سے بستر گھاس پہ ڈال دیا۔ اس کے بعد جو نظارہ پیش ہوا وہ بڑا موثر اور جگردوز تھا۔ تھارسٹین نے مختصر لفظوں میں راڈرک کی گم شدگی اور دریافت کا حال بیان کر کے یقین ظاہر کیا کہ ضرور کوئی شخص رات کے وقت انہیں دھوکے سے سنسان پہاڑوں میں لے آیا۔ اور یہاں آکر اس نے غداری کی۔ یہ حال جب ہر دو قبائل کے مفرد جوانوں کو معلوم ہوا۔ تو بعض روئے۔ بعض نے نامعلوم دشمن سے انتقام کا حلف لیا۔ اور بعض چپ چاپ افسردہ وغمگین صورت بنائے اپنی جگہ پہ کھڑے رہے۔ بہرحال یہ معلوم کر کے ہر شخص کے منہ سے کلمہ دعا نکلا کہ راڈرک زندہ اور سلامت ہے۔ کئی دیو قامت پہاڑی سپاہی اس نظارہ سے اتنے متاثر ہوئے کہ بچوں کی طرح زار زار رونے لگے۔

خوش قسمتی سے قبیلہ گلن فان کی فوج کے ساتھ ایک ڈاکٹر موجود تھا۔ اسے بہت جلد اس مقام پہ لایا گیا۔ جہاں راڈرک فرش زمین پہ پڑا تھا۔ جب تک وہ اس کا معائنہ کرتا رہا ہر شخص چپ چاپ کھڑا دیکھا کیا۔ ہر ایک سپاہی بت کی طرح ساکت وصامت تھا۔ سب کے سب ڈاکٹر کی رائے کے اس طرح منتظر تھے۔ گویا ان کی اپنی زندگی کا دارومدار اس کی رائے پر تھا۔ لیکن ڈاکٹر نے جو کچھ کہا وہ ہر لحاظ سے امید افزا تھا۔ معلوم ہوتا تھا۔ قدرت نے راڈرک کو ایک غیر معمولی حادثہ میں معجزانہ طریق پہ محفوظ رکھا ہے۔ اس کی کوئی ہڈی نہ ٹوٹی اور نہ کہیں چوٹ آئی تھی۔ البتہ دماغ کو صدمہ پہنچنے کی وجہ سے بے ہوش ضرور تھا۔ اتنے میں ڈاکٹر نے فصد لی اور جب کہ یہ عمل ہو رہا تھا۔ تھارسٹین اور اس کے ساتھیوں نے مفرور سپاہیوں سے ان واقعات کی تفصیل سنی جو ان کی عدم موجودگی میں ڈنکلڈ میں پیش آئے تھے واضح ہو کہ وہ علی الصبح مارکوئس آف ایتھول کے مکان سے چلے تھے۔ اور اس وقت سورج نصف النہار پہ تھا۔

ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ جب لارڈ ڈنبرٹن اور کرنیل کینن کو راڈرک کی اس پراسرار گم شدگی کا حال معلوم ہوا تو وہ اتنے پریشان ہوئے۔ کہ نہیں جانتے تھے ہمیں کیا کرنا چاہیئے ان کی ناعاقبت اندیشی سے حقیقت حال سب پہ ظاہر ہو گئی۔ راڈرک کی گم شدگی کی خبر جنگلی آگ کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی اور اس فوج تک بھی جا پہنچی جس کی کمان خود مارکوئیس آف ایتھول کے ہاتھ میں تھی۔ اس خبر کے سنتے ہی شاہ پسند فوج میں اضطراب غالب ہوا۔ میکائیے کا ایک جاسوس جو پہاڑی فوج میں شامل تھا کسی طرح شہر میں داخل ہو گیا۔ اور جب

اس واقعہ کی اطلاع انگریز جرنیل کو ہوئی۔ تو اس نے اس سے فائدہ اٹھانے میں ذرا تامل نہ کیا اس کے حکم سے محاصرین پر خوفناک آتشباری شروع کی گئی۔ جس کا جواب انہوں نے بڑی بددلی سے دیا۔ گلنکو اور گلن فان کے سپاہیوں نے شور مچایا۔ کہ ہمارا افسر کہاں ہے۔ اسے پیش کرو۔ اور بعض نے تو یہاں تک کہا کہ باقی افسروں نے اس سے غداری کی ہے۔ مارکوئیس آف ایتھول۔ لارڈ ڈنبرٹن اور کرنیل کینن نے جدا جدا فوج کی تین جداگانہ جماعتوں کے اطمینان کی بہت کوشش کی۔ اور اپنی صفائی کے لئے لاکھ سر ٹپکا۔ مگر فوج پر ان کا اثر نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ ہر شخص اوسان ہار چکا تھا۔ اکثر سپاہی افسروں کا حکم نہیں مانتے تھے۔ اور بعض صرف دکھاوے کے لئے ایسا کر رہے تھے۔ میکائے کی تجربہ کار آنکھ نے فصیل کی دوسری جانب کی حالت معلوم کر لی۔ اور معرکہ کلی کرینکی کی ندامت کا داغ دھونے کے لئے تیار ہوا۔ مقابلہ مختصر اور فیصلہ کن تھا۔ شاہ پسند فوج جو پہلے ہی بددل ہو چکی تھی۔ فوراً بھاگ نکلی۔ اور میدان جنرل میکائے کی سپاہ کے ہاتھ رہا چونکہ اس کی طاقت اتنی مضبوط نہ تھی کہ شکست خوردہ فوج کا تعاقب ہو سکتا۔ اس لئے فوج محاصرین کو منتشر کر کے پھر شہر میں چلی گئی۔ اور فتح کی خوشی میں سلامی سر کی۔ دوسری جانب سکاٹ لینڈ کے بہادر جن کی مدد سے معرکہ کلی کرینکی کامیاب ہوا تھا بھاگ گئے۔ آئرلینڈ کی امدادی سپاہ منتشر ہو گئی۔ اور خود ارل آف ڈنبرٹن۔ مارکوئیس آف ایتھول اور کرنیل کینن باقی افسروں کو ساتھ لئے جان بچا کر قلعہ بلیر میں پناہ گزین ہوئے۔ جہاں سے ان کا ارادہ اطاعت گذاری کا اعلان کرنے کا تھا صرف گلنکو اور گلن فان قبیلوں کے لوگ متحد رہے۔ مگر جب انہوں نے بھی محسوس کیا کہ جس مقصد کے لئے ہم جدوجہد کر رہے تھے۔ اس کی کامیابی محال ہے۔ اور اب جبکہ ہمارا ہردلعزیز افسر ہم سے جدا ہو چکا ہے۔ اس کار عبث میں جانیں ضائع کرنا بے سود ہے۔ تو وہ بھی میدان کارزار سے پیچھے ہٹ آئے۔

یہ حالات تھے جو تھارسٹین۔ ولیم فاکنر اور باقی دو افسروں کو واپسی پر معلوم ہوئے واضح ہو کہ آخرالذکر ڈنڈی کی فوج سے تعلق رکھتے۔ اور مارکوئیس آف ایتھول کے رشتہ دار تھے سارے حالات سن کر انہوں نے فیصلہ کیا کہ اب قلعہ بلیر میں مارکوئیس کے پاس چلنا چاہیے۔ لیکن رخصت ہونے سے پہلے ساکنان گلنکو و گلن فان نے ان کے ہاتھ بڑی گرمجوشی سے دبائے اس لئے کہ انہوں نے ان کے گم شدہ افسر کی تلاش میں غیر معمولی سرگرمی کا اظہار کیا تھا۔

ایک چارپائی مہیا کر کے سر راڈرک میکڈانلڈ کو اس پر لٹایا گیا۔ کہ وادی گلنکو تک جانے میں جس کا فاصلہ وہاں سے قریباً ساٹھ میل تھا اسے کوئی تکلیف نہ ہو۔ لیکن یہ واپسی جن افسوسناک حالات میں عمل میں آئی۔ اس کا اندازہ ناظرین اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے خود کر سکتے ہیں کہ وہ بہادر جس نے چند دن پیشتر درہ کلی کرینکی میں عظیم الشان فتح حاصل کی تھی۔ اب چار آدمیوں کے کندھوں پر اپنے وطن کو واپس جا رہا تھا۔

باب ۸۰

واپسی

دوسرے دن شام کا وقت تھا۔ اور لیڈی میکڈانلڈ اور ایلن والئے گلنکو کے پلنگ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ معمر حکمران اب تک صاحب فراش تھا۔ کیونکہ اس کی علالت غیر معمولی طور پر شدید ثابت ہوئی تھی۔ اور گو فادر ہیوبرٹ نے جو وادی گلنکو میں پادری اور ڈاکٹر کے مشترکہ فرائض انجام دیا کرتا تھا معالجہ میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا تھا۔ پھر بھی مریض اب تک نقیہ اور کمزور تھا۔ ایک فراخ پلنگ پر لیٹا ہوا وہ اس بڈھے شیر کی طرح پیچ و تاب کھا رہا تھا جسے فاصلہ پر شکار کی بو آتی ہو۔ اور وہ اس تک پہنچنے سے قاصر ہو۔ ہر چند کہ لارڈ میکڈانلڈ کو راڈرک کی بہادری پر کامل اعتماد تھا۔ اور وہ درہ کلی کرینکی کی شاندار فتح اور اپنے بیٹے کے شاہ پسند فوج کا کماندار بننے کی خبریں سن چکا تھا۔ پھر بھی طبیعت میدان جنگ کا منظر دیکھنے کو بیقرار تھی۔ وہ رہ رہ کر اپنی قسمت کو کوستا تھا کہ ظالم نے اس وقت بیمار کیا جب میدان جنگ میں اظہار شجاعت کا موقعہ تھا۔

اس زمانہ علالت میں لیڈی میکڈانلڈ اور ایلن نے تاحد امکان اس کی خدمت گذاری کی جہاں تک ممکن تھا اسے تسکین دی۔ اور وہ آسائشیں مہیا کیں جنہیں صرف عورت مہیا کر سکتی ہے۔ انہی ایام میں لارڈ ڈگلن فان اپنے سمدھی کی مزاج پرسی کے لئے آیا ہوا تھا۔ اور رفاضل ہمیشہ ہی اس کے ہمراہ تھا۔ مگر والئے گلنکو کا بڑا بیٹا یعنی راڈرک کا برادر اکبر ایلن کہاں تھا؟ اس کا حال کسی کو معلوم نہیں۔ اب تک اس کی طرف سے کوئی خبر موصول نہ ہوئی تھی۔

حسین و جمیل لیڈی ایلن کا خیال ہر وقت اپنے شوہر کی طرف لگا رہتا تھا۔

جب اس نے فتح کلی کرنیکی کی خبر سنی ۔ تو اپنے عزیز از جان راڈرک کی شجاعت کے کارنامے سن کر اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی ۔ اور یہ جان کر اور زیادہ مسرت ہوئی کہ اس کو فوج کا افسر اعلیٰ مقرر کر دیا گیا ہے لیکن ان خوشیوں سے بڑھ کر اسے اس بات کی تمنا تھی ۔ کہ راڈرک میرے پاس ہو اور میں ہر وقت اس کے قدموں میں رہوں ۔ کیونکہ اس کی موجودگی میں اس شوہر پرست عورت کو حقیقی راحت محسوس ہوتی تھی ۔ وہ اس کے عظیم الشان کارناموں کی تفصیل سن کر بھی غیر مکین تھی ۔ علاوہ بریں میدان جنگ میں ہر وقت اس کی جان کو خطرہ لگا رہتا تھا ۔ پس مجموعی طور پر وہ رنج واندوہ کی حالت میں ہر وقت اپنے ہی خیالات میں محو رہتی ۔ اور بڑی مشکل سے ظاہرداری برقرار رکھتی تھی ۔ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں ۔ اور اب پھر اس کا اعادہ کرتے ہیں کہ ایک بہادر کی حیثیت میں اسے راڈرک کی ذات پر کتنا ہی فخر ہو ۔ بہر حال وہ محبت جو اسے بحیثیت شوہر اس سے تھی ۔ وہ باقی تمام احساسات پر غالب تھی ۔

جیسا ہم نے اوپر لکھا ہے ۔ شام کا وقت تھا ۔ اور لیڈی میکڈانلڈ اور ایلین والئے گلنکو کے سرہانے بیٹھی ہوئی تھیں ۔ میز پر لیمپ جل رہا تھا جس کی روشنی میں معمر حکمران کا چہرہ نقاہت و علالت کے اثرات سے زرد اور استخوانی نظر آتا تھا ۔ وہ بڑے اضطراب کی حالت میں پلنگ پر کروٹیں لیتا اور رہ رہ کر بے صبری سے کہتا تھا ۔ ”کاش فادر ہیوبرٹ کے پاس کوئی ایسی دوا ہو کہ اسے پی کر میں جنگ میں اپنے بیٹے سے جا ملوں ۔ تسخیر ڈنکلڈ میں میری خدمات کی شدضرورت ہوگی“ ۔ اتنے میں لارڈ گلن فان اور فاضل ہمیش کمرہ میں داخل ہوئے ۔ اپنی خوابگاہ میں آرام کے لئے جانے سے پہلے وہ معمر حکمران کی مزاج پرسی کو آئے تھے ۔ حاضرین میں واقعات جنگ کے نتائج پر امید افزا گفتگو ہو رہی تھی ۔ کہ دفعتاً کمرہ کا دروازہ کھلا اور ایک شخص دوڑتا ہوا اندر داخل ہوا

آتے ہی اس نے زور سے کہا ۔ ”اماں میرا خیر مقدم کرو ۔ ۔ ۔ آہ مگر والد میں آپ کو کس حالت میں دیکھتا ہوں“ ۔ یہ کہتے ہوئے شخص مذکور نے جو ایلین میکڈانلڈ کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا والئے گلنکو کی بیماری پر دلی رنج والم کا اظہار کیا ۔

مگر اس وقت اس کی اپنی صورت بھی تو کس قدر بدلی ہوئی تھی ! بدن خشک ، چہرہ بے رونق اور صورت اس طرح کی مردنی لئے ہوئے تھی جیسی اس کے ناتوان باپ کے چہرہ پر نمودار تھی ہاتھ بے رنگ گویا موم کے بنے ہوئے ہوں ۔ مختصر یہ کہ مجموعی طور پر اس کی صورت کسی زندہ انسان کی

بجائے قبر سے نکلی ہوئی روح سے زیادہ مشابہ تھی۔

قدرتی طور پر اُسے کمرہ میں داخل ہوتے دیکھ کر ہر شخص کے مُنہ سے کلمہ حیرت نکلا۔ کیونکہ سب کا خیال یہی تھا۔ کہ وہ مر چکا ہے۔ اور اس کی آسیبی صورت دیکھ کر عارضی طور پر ہر شخص کو اضطراب بھی ہوا۔ مگر فوراً ہی اسکی ماں نے آگے بڑھ کر ایلن کو چھاتی سے لگا لیا۔ کیونکہ اُسے زندہ اور صحیح سلامت دیکھ کر سب سے زیادہ خوشی اسی کو ہوئی تھی۔ جس کے بعد لارڈ میکڈانلڈ بھی اس سے پدرانہ شفقت سے پیش آیا۔ البتہ لارڈ گلن خان جو لارڈ اور لیڈی گلنکو کی نسبت زیادہ پُرسکون طبیعت کا آدمی تھا۔ ایلن کے پرتپاک خیر مقدم کے لئے آمادہ نہ ہوا۔ کیونکہ لیڈی ایلین اور راڈرک کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کے لئے اس شخص نے جو دنیے کارروائیاں اس سے پہلے ایک بار کی تھیں۔ اُن کی یاد اس کے دل سے اب تک محو نہ ہوئی تھی۔ علاوہ بریں ڈیوک آف گارڈن کے قتل کے معاملہ میں بھی وہ محسوس کرتا تھا۔ کہ ایلن نے جو کچھ کیا۔ وہ ایک سفاکانہ قتل عمد سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ بہرحال اپنے بڑے بیٹے کی واپسی کی خوشی میں لارڈ اور لیڈی میکڈانلڈ نے وہ سرد مہری جس سے گلن خان اس سے پیش آیا تھا۔ محسوس نہیں کی۔ اور خود ایلن نے اس بارہ میں عمداً لاپروائی ظاہر کی۔ رہا ہمیش جو بڑا پاک باطن اور نیک دل شخص تھا۔ اور جسے ریاکاری سے دلی نفرت تھی۔ اس نے اس بے درد قاتل سے ہاتھ ملانا باعث نفرت سمجھا اور پیچھے رہا۔ اس کے بعد جب ایلن میکڈانلڈ نے لیڈی ایلین کی طرف بڑھ کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کی تو وہ بھی اس طرح کانپ کر پرے ہٹ گئی۔ گویا اُسے اس کی موجودگی سے دلی نفرت تھی۔ اور وہ اسے چھونا کسی حال میں پسند نہ کرتی تھی۔

ایلن ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور اس قسم کا انداز اختیار کر کے گویا وہ اس نفرت کے بدلے جس کا اظہار حاضرین کی طرف سے ہو رہا تھا۔ محبت اور ہمدردی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اگرچہ دل میں وہ لارڈ گلن خان ایلین اور ہمیش کے خلاف ان کے سلوک پر سخت ناراض تھا۔ اس نے کہا۔ "اوہ! میں بیان نہیں کر سکتا۔ گذشتہ چند دن کے عرصہ میں میں نے کیسی کیسی تکلیفیں اُٹھائی ہیں۔۔۔"

"بیٹا تم اپنی سرگذشت مفصل بیان کرو۔" مہربان لیڈی گلنکو نے کہا۔ "تمہاری مسلسل عدم موجودگی اور خط و کتابت نہ ہونے سے صاف ظاہر ہے۔ کہ تم نے بہت تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ اگر کسی تصدیق کی ضرورت تھی۔ تو وہ تمہاری صورت سے ہو رہی ہے۔ افسوس! ہم

سمجھتے تھے کہ تم خدانخواستہ اب زندہ نہیں ہو۔ اور ہم پھر تمہاری صورت نہ دیکھیں گے۔"

"والد اپنا حال بیان کرنے سے پہلے مجھے اس سوال کی اجازت دیجئے۔ کہ میرے عزیز بھائی راڈرک کا کیا حال ہے؟" ایلن نے کہا۔ "سچ جانیئے مجھے اس سے دلی محبت ہے۔ اور میں بارہا اس بات کو سوچکر کف افسوس ملا کرتا ہوں۔ کہ ایک سال پہلے میں نے اُسے کیسی طرح کی تکلیفیں دیں۔"

"ایلن جو ہو چکا۔ اس پر بحث کرنا لاحاصل ہے۔" ولیم گلنکو نے کہا۔ "اس لئے کہ ان واقعات کی یاد سے رنج و تکلیف ہی پیدا ہوتی ہے اور کچھ نہیں۔ پس مناسب ہے کہ ہم سب عہد ماضی کو بھول جائیں۔ میں نے اور تمہاری ماں نے تمہاری سب خطائیں بخش دی ہیں۔ اور ہمیں کامل یقین ہے کہ راڈرک نے بھی ایسا ہی کیا ہوگا۔ . . مگر تم کس راہ سے آئے ہو کہ تمہیں راڈرک کے شاندار کارناموں کا حال معلوم نہیں ہوا؟"

"پیارے والد" ایلن نے ریاکاری سے کام لیتے ہوئے خوشامدانہ لہجہ میں کہا "میں وره کلی کرینکی کے مشہور معرکوں سے بے خبر نہیں ہوں۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ راڈرک نے فوج میں اعلیٰ ترین عہدہ حاصل کیا ہے۔ چنانچہ کل آپ کی اجازت سے میں بھی اس کمزور حالت میں اس سے جا ملوں گا۔ اس طرف وادی کو آتے ہوئے میں نے ہزارہا شخصوں کی زبانی اس کی بہادری اور خوش نصیبی کا حال سنا ہے۔ لیکن میرا خیال تھا۔ شاید میدان جنگ سے آپ کو کوئی اور خاص خبر موصول ہوئی ہو۔ مجھے یہ سن کر دلی خوشی حاصل ہوگی۔ کہ راڈرک اس کام میں جسے اس نے ہاتھ میں لیا ہے۔ پوری کامیابی حاصل کر رہا ہے۔"

"اور وہ بے شک کر رہا ہے۔" لارڈ میکڈانلڈ نے جواب دیا۔ "تین دن ہوئے ایک قاصد اس کی طرف سے مراسلات لایا تھا جن سے معلوم ہوا۔ کہ وہ ڈنکلڈ کا محاصرہ کر رہا ہے۔ ایلن اس موقعہ پر میری آرزو تھی۔ کہ جس طرح ممکن ہو۔ خود موقعہ پر پہنچ کر اسے مدد دیتا۔ مگر افسوس ناتوانی کچھ نہیں کرنے دیتی۔ کاش اس کی کوئی صورت ہوتی کہ میں وہاں جا سکتا خیر کل ضرور اس بھی فکر کی جائے گی۔ میں فادر ہیوبرٹ سے کہوں گا۔ کہ وہ مجھے طاقت کی کوئی غیر معمولی چیز دے۔ ورنہ میں اسی حالت میں ره جانے پر مجبور ہو جاؤں گا۔ . ."

"میک آئیور صبر کرو۔" لیڈی میکڈانلڈ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "ہمیں ایلن کی زبانی ان تکلیفوں کا حال سننے دو۔ جو اس غریب نے برداشت کی ہیں۔ اس کی سرگزشت سن کر یقین

تو ضرور ہوگا۔ مگر ہمارے لئے یہ امر کیا کم باعث اطمینان ہے۔ کہ اب وہ ہمارے پاس صحیح سلامت موجود ہے۔"

"میری داستان بالکل مختصر ہے۔" ایلین میکڈانلڈ نے کہا۔ "اور میں اس کا خلاصہ چند لفظوں میں بیان کر دیتا ہوں۔ قلعہ ایڈنبرگ کے محاصرہ اور آخری جدوجہد کا حال یقیناً آپ کو معلوم ہوگا گو عجب نہیں کسی نے غیبت کی راہ سے اس ایک واقعہ کو جس میں میرا حصہ تھا۔ آپ کی نظروں میں غلط پیش کیا ہو۔ میرا اشارہ ڈیوک آف گارڈن کی موت کے سانحہ کی طرف ہے . . ."

جس وقت ایلین میکڈانلڈ نے یہ الفاظ کہے۔ تو لیڈی ایلین کی آنکھوں کے سامنے خونی دھند پھیل گئی جس کے اندر وہ اُسے سرخ اور خون آلود نظر آنے لگا۔ اُسے اس حالت میں دیکھ کر اس نازنین کا بدن بے اختیار کانپ گیا۔ اور خوف کی اس چیخ کو جو اس کے لبوں سے نکلنے کو تھی۔ اس نے بمشکل دبایا۔ اس وقت ایلین میکڈانلڈ نے اس کی طرف جس نظر سے دیکھا۔ اور دوسروں سے آنکھ بچا کر اس پر جو قہر آلود نظر ڈالی۔ اس سے اس حسینہ کو معلوم ہو گیا۔ کہ وہ میرے خیالات کو اچھی طرح سمجھتا ہے۔

"ڈیوک آف گارڈن!" ایلین نے سلسلہ کلام جاری رکھ کر گرمجوشی سے کہا۔ "غدار تھا۔ وہ یقیناً قلعہ کو دشمن کے حوالے کر دیتا۔ مجھے اس کی نیت پہلے ہی فاسد نظر آتی تھی۔ اور میں سمجھتا تھا کہ وہ دل سے شاہ جیمز کا حامی نہیں ہے۔ پس اس قابل یاد رات کو جب نصف شب کے قریب کمرہ کونسل میں ثابت ہو گیا کہ وہ دغا کر رہا ہے۔ تو میں اپنے غصہ کو ضبط نہ کر سکا۔ اور اس سے وہی سلوک کیا جو کسی غدار سے کرنا چاہیئے۔ میرے اس فعل کو ممکن ہے وہ لوگ جو خود اس جنگ میں پوری سرگرمی سے حصہ نہیں لیتے۔ یا غداری کے مرتکب ہو سکتے ہیں ناپسند کریں۔ بہرحال میرا ضمیر صاف ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ میں نے جو کچھ کیا وہ ایک تکلیف دہ اور سخت لیکن ضروری فرض تھا۔ جنگ کے موقعہ پر جب اس کا شبہ ہو کہ کوئی شخص دغا کی کوشش کر رہا ہے۔ تو دوسروں کو عبرت دلانے کے لئے ضروری سمجھا جاتا ہے۔ کہ ایسے شخص کو شدید ترین سزا دی جائے۔ اس پہلو سے دیکھئے تو جو کچھ میں نے کیا وہ ضروری اور مناسب تھا۔ رہا میرے فرار اور بعد کی صعوبتوں کا معاملہ۔ آپ کو معلوم ہے کہ جب لبیر کی فوجیں دفعتاً قلعہ میں داخل ہوئیں جس کی نسبت مجھے کامل یقین ہے کہ یہ کارروائی اس غدار ڈیوک کی رضامندی سے عمل میں لائی گئی تھی . . ."

"لیکن سر ایلن" ہمیش نے قطع کلام کرکے ایسے سخت اور سرد لہجہ میں کہا جیسے شاید اس نے اپنی عمر میں پہلے کبھی استعمال نہ کیا تھا۔ "اگر ایسا ہوتا۔ تو پھر ڈیوک آف گارڈن کو اس کی کیا ضرورت تھی۔ کہ قلعہ کی حوالگی کا فیصلہ کرنے کے لئے ایک جلسہ منعقد کرتا؟"

"عصا کی قسم! میں تمہاری اس حجت کو نہیں مان سکتا۔" ایلن نے اپنی فطری خشونت کے زیر اثر جوش کے لہجہ میں کہا۔ "اور ماسٹر ہمیش بہتر ہو کہ تم اپنی کتابوں کا ہی دھیان رکھو۔ اور سپاہیانہ زندگی کے معاملات میں دخل نہ دو۔ میں نے کبھی تمہارے سامنے علمی معاملات پر بحث نہیں کی۔ اس لئے کہ میں ان سے بے بہرہ ہوں۔ مہربانی سے تم بھی میرے سامنے جنگی مسائل پر رائے زنی کی جرأت نہ کیا کرو جن سے تم یکسر لاعلم ہو۔"

فاضل ہمیش نے ایلن کی طرف غصہ اور حقارت کی نظر سے دیکھا۔ مگر چپ رہا۔ ہر چند کہ وہ بہادر تھا۔ مگر حالات پیش آمدہ میں ایسے شخص سے جھگڑا مول لینا اسے منظور نہ تھا۔

"ہاں تو میں یہ ذکر کر رہا تھا" ایلن نے پھر وہی نرم لہجہ اختیار کرکے جس سے وہ اپنے والدین سے روبرو کام لیتا تھا۔ کہا "میں یہ ذکر کر رہا تھا۔ کہ لیسٹر کی فوجیں دفعتاً قلعہ میں گھس آئیں۔ مجھے خود ستائی کی عادت نہیں۔ بہرحال میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ اس وقت میں نے اپنا فرض ایسے طریق پر انجام دیا۔ جو والئے گلنکو کے فرزند اکبر کے شایاں شان تھا۔ مختصر یہ کہ میں حملہ آور فوج سے جی توڑ کر لڑا۔ اتنے میں افسروں کی کونسل سفید جھنڈا لے کر صحن میں نمودار ہوئی۔ اس وقت میں نے جانا۔ کہ اب ہر قسم کی جدوجہد بے کار ہے۔ اپنی نسبت میں پہلے ہی سمجھتا تھا۔ کہ ان میں سے ہر شخص میرے خون کا پیاسا ہے۔ پس خیال کی تیزی کے ساتھ وہاں سے بھاگ کر قلعہ کی فصیل کے ساتھ ساتھ دوڑتا ہوا میں ایک مقام تک پہنچا۔ جہاں ایک شگاف موجود تھا۔ اور بڑے زور سے دوسری طرف ایک پشتہ پر کود گیا۔ جسے محاصرین نے تیار کیا تھا۔ وہاں سے میں کسی نہ کسی طرح سرجان لیسٹر کی فوج سے آنکھ بچا کر نکل گیا۔ فوج اس وقت قلعہ پر حملہ کرنے میں مصروف تھی۔ اس لئے کسی نے مجھے نہیں دیکھا۔ اور میں جلدی ہی شہر اینبرگ میں داخل ہو گیا۔ وہاں مجھے ایک سپاہی ملا جس نے مجھے دیکھ کر پہاڑی پہاڑی کا نعرہ بلند کیا۔ کئی لوگ جمع ہو گئے اور انہوں نے مجھ پر ایک خوفناک حملہ کیا۔ لیکن میں بھی بڑے استقلال کے ساتھ لڑا۔ کام مشکل تھا۔ کیونکہ دوسری طرف سات آدمی اور میں اکیلا تھا۔ علاوہ بریں اس جدوجہد کے بعد جو قلعہ کے صحن میں ہوئی تھکا ہوا بھی تھا۔ تاہم میں نے اپنی تیز تلوار کی مدد سے

ان پر سبیڑین غداروں کو خوب ہی ہاتھ دکھائے ۔میں ان سے بچ کر تو نکل گیا ۔ مگر اس مقابلہ میں مجھے بھی ایسے زخم آئے ۔ کہ ان کی وجہ سے کم وبیش بالکل ناکارہ ہو گیا ۔ بڑی مشکل سے چلتا ۔ گرتا پڑتا میں شہر کے ویران اور تاریک حصوں میں پہنچا ۔ مگر حیران تھا ۔ کہ یہاں سے بچ کر کیسے جا سکوں گا کیونکہ باہر جانے کے سب رستے بند تھے ۔ اور خفیہ لفظ کے سوا جانے کی اجازت نہ تھی ۔ خون بہ جانے سے بدن نڈھال تھا ۔ پس میں ایک علیحدہ مقام پر بیٹھ گیا ۔ جہاں غنودگی سی طاری ہونے لگی ۔ لیکن یہ غنودگی نیند کی نہیں غشی کی تھی ۔ معلوم نہیں میں کتنا عرصہ اس حالت میں رہا ۔ بہرحال جب بیدار ہوا ۔ تو دیکھا ۔ کہ ایک خستہ حال کمرہ میں چارپائی پر پڑا ہوں ۔ معلوم ہوا کہ میں ایک عزت دار پہاڑی کنبہ کے دروازہ پر بیہوش ہو گیا تھا ۔ اس حالت میں دیکھ کر انہوں نے مجھ پر رحم کھایا ۔ اور اپنے مکان پر لے گئے ۔ ادھر سرجان لیپز نے حکم جاری کر دیا تھا ۔ کہ جو شخص ایلین کو زندہ یا مردہ پکڑ کر لائے گا اُسے معقول انعام دیا جائے گا ۔ اس لئے ان بڈھے میاں بی بی کو جو عرصہ دراز سے اس شہر میں سکونت پذیر تھے ۔ میرے لئے کسی ڈاکٹر کی خدمات حاصل کرنے کی بھی جرأت نہ ہوئی ۔ خود ہی جہاں تک ممکن تھا ۔ علاج معالجہ جاری رکھا ۔ اس طرح قریباً تین ہفتے گذر گئے ۔ اور اس عرصہ میں میں بتدریج صحت یاب ہوا ۔ لیکن اس وقت بھی نہ میں گھر سے باہر نکل سکتا تھا ۔ اور نہ منادی میں آپ کے پاس کوئی قاصد بھیجنا ممکن تھا ۔ کامل رازداری لازم تھی ۔ کئی دن بعد آخر ایک رات مجھے شہر سے باہر نکلنے کا موقعہ مل گیا ۔ لیکن نقدی میرے پاس بالکل نہ تھی ۔ کیونکہ جب قلعہ سے بھاگا ۔ تو بٹوہ جیب میں نہ تھا ۔ ان حالات میں میں خدا کے ان نیک بندوں کو بھی کچھ معاوضہ نہ دے سکا جنہوں نے ایسے آڑے وقت میں میری مدد کی تھی ۔ . . ."

"مگر ان کو ضرور معقول معاوضہ دیا جائے گا " والئے گلنکو نے باصرار کہا ۔ "ابھی تم اپنی داستان مکمل کرو ۔"

"والد میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں " ایلین نے جواب دیا ۔ "وہ لوگ اتنے غریب تھے کہ چند چھوٹے سکوں کے سوا مجھے کچھ نہ دے سکے ۔ اتنا بھی نہ ہو سکا ۔ کہ میں تبدیل لباس کے لئے دوسرے کپڑے ہی حاصل کر سکتا ۔ خیر جس طرح بھی ہو سکا میں وہاں سے بچ کر نکل آنے میں کامیاب ہو گیا ۔ قلعہ کی حوالگی کے بعد شہر کی نگرانی ہلکی کر دی گئی تھی ۔ رفتہ رفتہ پہرہ دار لاپرواہ ہو گئے ۔ شہر سے نکل کر میری خطرناک اور تکلیف دہ آوارہ گردی کا زمانہ شروع ہوا ۔ میں دن کے وقت

سفر کرنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے صرف رات کو پیدل چلتا۔ اور ان سڑکوں سے جن پر آمد و رفت زیادہ ہونے کا امکان بچتا تھا۔ تھوڑی سی نقدی جو میرے پاس تھی۔ وہ روزمرہ کے قلیل اخراجات خوراک میں صرف ہو گئی۔ اور میں مصیبت و احتیاج کی حالت میں . . .؟"

فقرہ ابھی نامکمل تھا کہ کمرہ کا دروازہ دفعتاً کھلا۔ اور قلعہ میکڈانلڈ کا ایک خادم دوڑتا ہوا آ کر کہنے لگا "سر راڈرک آ گئے"! گلنکو کے سپاہی ان کے ساتھ ہیں۔ مہم ختم ہو چکی اور . . . ہم ہار گئے"!

"راڈرک! میرا پیارا راڈرک"! یہ الفاظ خوشی کی چیخ کی طرح لیڈی ایلین کے منہ سے نکلے اور وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر تیز چلتی ہوئی کمرے سے رخصت ہو گئی۔

"راڈرک"! ایلین میکڈانلڈ نے اس شخص کے انداز سے رکتے رکتے کہا جس پر دفعتاً عظیم ہیبت طاری ہو گئی ہو۔

اور یہ امر واقعہ ہے کہ اس کا چہرہ جو پہلے ہی بے رنگ تھا۔ اب راڈرک کی آمد کی خبر سن کر لاش کی طرح زرد ہو گیا!

باب - ۸۱

حادثہ کی تفصیل

زینہ سے اتر کر دہ ہال میں تیز چلتی ہوئی۔ دل میں ناقابل بیان خوشی کا احساس لئے۔ اس خیال کے زیر اثر کہ میں عنقریب اپنے عزیز از جان شوہر سے بغلگیر ہو سکوں گی۔ اس خوفناک اطلاع سے قطعاً بے خبر جو خادم کے آخری جملہ میں موجود تھی۔ یعنی یہ کہ ساکنان گلنکو شکست یاب ہوئے۔

دل و دماغ میں کوئی اضطراب و اضطرار نہ رکھتے ہوئے حسین و جمیل ایلین اپنے شوہر کے خیر مقدم کے لئے قلعہ کے دروازہ پر گئی۔ ایلین اس وقت پانچ چھ مضبوط پہاڑی ایک چارپائی اٹھائے شام کی تاریکی میں قلعہ کی طرف آتے نظر آئے۔ انہیں دیکھ کر ایلین کے دل میں خطرہ کا مبہم سا احساس پیدا ہوا۔ اور سخت پریشانی کی حالت میں اس نے دریافت کیا۔ "سر راڈرک کہاں ہیں؟"

"معزز خاتون گھبرائیے نہیں۔" گلن خان کی فوج کے ڈاکٹر نے جو ساتھ ساتھ آ رہا تھا جواب دیا۔ "درحقیقت سر راڈرک کو ایک حادثہ پیش آیا ہے . . ."

چند دلچسپ نو طبع ناول

بہادر رہزن۔ کرنیل میڈوز ٹیلر کے مشہور ناول "کنفشنز آف اے ٹھگ" کا ترجمہ۔ نامی ٹھگ امیر علی کے کارنامے جس کا نام تاریخ ہند کے اوراق میں ثبت ہے۔ سرکار انگریزی کی ابتدائی عملداری میں ہندوستان کی حالت کا نقشہ۔ قابل دید ناول ہے ۱۳۷ صفحے قیمت عہ

خوفناک جاسوس۔ انگریزی کے ایک دلچسپ جاسوسی ناول کا ترجمہ۔ بالکل نو طبع۔ ناول کے شروع میں ہی قتل کی ایک نہایت خوفناک واردات ظہور میں آتی ہے جس کے سراغ کے لیے پولیس کی جدوجہد بہت دلچسپ ہے۔ ۱۰۴ صفحے۔ قیمت ۱۰/

وجے سنگھ۔ بنگلہ زبان میں بابو دوجیندر لال رائے ایک مشہور مصنف اور مسلّم الثبوت شاعر ہوئے ہیں۔ انہی کے ایک ناول کا یہ ترجمہ ہے۔ جو اسی ہفتہ شائع ہوا ہے۔ پلاٹ۔ تحریر۔ انداز بیان سب نہایت دلچسپ ہیں۔ اور مصنف نے بڑی خوبی سے دکھایا ہے۔ کہ اصلی تسکین قلب حرص و طمع سے نہیں بلکہ صبر و قناعت ہی سے ملتی ہے۔ سفید چکنا کاغذ ۸۸ صفحہ قیمت عہ

مضامین شرر۔ مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی جن کے ناول ہندوستان کا بچہ بچہ پڑھ چکا ہے۔ اور جنھیں ہر حصہ ملک میں قابل رشک شہرت حاصل ہے۔ ان کے شاعرانہ۔ عاشقانہ۔ فلسفیانہ اور محققانہ مضامین کا مجموعہ جو اول مرتبہ اسی ہفتہ شائع ہوا ہے۔ ہر مضمون تیر و نشتر کا کام دیتا ہے۔ وہی انداز تحریر جو ان کے ناولوں سے مخصوص ہے یہاں بھی موجود ہے۔ مولانا کی فوٹو کی تصویر بھی دی گئی ہے۔ ۳۹۶ صفحے قیمت عہ

رقیب۔ ایک دلچسپ انگریزی ناول کا ترجمہ۔ محبت اور رقابت کے کرشمے۔ زندگی اور موت کے پر اثر مناظر۔ صبر و استقلال کے نتائج۔ یہ ناول مدت ہوئی رسالہ اودھ ریویو میں شائع ہوا تھا۔ اب دوبارہ بصورت کتاب چھاپا گیا ہے ۱۲۱ صفحے۔ قیمت ۱۰/

ڈاکوؤں کی جنگ سراغرسانی کا ایک نو طبع دلچسپ ناول۔ کلکتہ کے ایک مشہور بنک میں چوری ہونا۔ پولیس کا ڈاکوؤں کے صدر مقام پر چھاپہ مارنا۔ سراغرساں بلیک کی سنسنی خیز بے بسی۔ ڈاکو سردار کی جرأت آمیز کارروائیاں ۱۵ صفحہ قیمت ۶/

اکبر۔ انگریزی میں اسی نام کا ایک دلچسپ تاریخی ناول چھپا تھا جس کا یہ ترجمہ ہے۔ بہت ہی دلچسپ اور ہوشربا ناول ہے جس کا لطف صرف مطالعہ سے تعلق رکھتا ہے ۱۶۷ صفحہ قیمت عہ

لال برادرس ۷۔ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

وہ بے نظیر ناول جو اس سلسلہ میں چھپ کر شائع ہو چکے ہیں

جارج ڈبلیو ایم رینالڈس

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
فسانہ لندن (۱۷ حصے)	مسٹریز آف لنڈن (سلسلہ اول)	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۲۳۴۸	۸ر
" (۲۵ حصے)	" (سلسلہ ثانی)	"	۳۶۶۴	۱۲ر
باپ کا قاتل (۶ حصے)	پیری سائڈ	منشی شمیم الدین صاحب لاہوری	۵۲۵	۱ر
خونی تلوار	میسیکر آف گلنکو	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری چھپ رہا ہے		

مارس لیبلانک

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
انقلاب یورپ		منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۵۱۰	۲ر
شریف بدمعاش (۲ حصے)	کنفشنز آف آرسین لوپن	"	۱۷۰	۸ر
چلتا پرزہ	" (آخری حصہ)	"	۵۶	۸ر
خونی ہیرا (۲ حصے)	ہیرسٹ آف آرسین لوپن	"	۱۹۹	۸ر
نقلی نواب	آرسین لوپن	۱۹۲۴ء میں تیار ہوگا۔		

ولیم لکیو

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
منزل مقصود	ہشٹاپ	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۲۵۰	۲ر

الگزینڈر ڈوماس

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
وطن پرست	ریجنٹس ڈاٹر	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۳۴۰	۲ر

رابرٹ ہچنز اور لارڈ فریڈرک ہملٹن

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
آتم دکشنا	ٹربیوٹ آف سولز	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۱۶۴	۱۰ر

شاعر ربندرناتھ ٹیگور وغیرہ

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
افسانہ بنگال	...	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۱۳۵	۱۲ر
کانٹوں کا تاج	مکٹ	بابو ایشور چندر دیال	۳۵	۴ر

ان کے علاوہ اور بہت سی کتابیں زیر تیاری ہیں آپ بھی سالانہ چندہ ادا کر کے مستقل خریدار بن جائیے

لال برادرس ۷ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

دیش سٹیم پریس لاہور میں باہتمام لالہ بوٹا رام لکھیہ پرنٹر چھپا